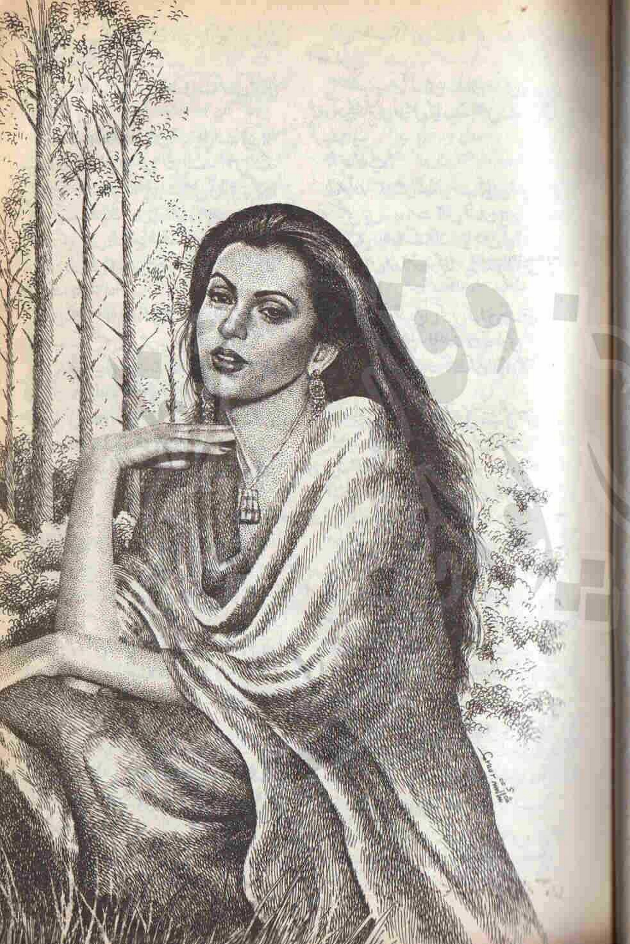

راشدہ رفعت

"جائیں بی بی! اب آپ کے انٹرویو کی باری ہے۔" چپراسی نے آکر کہا تو وہ اپنے ڈاکومنٹس سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ بلا مبالغہ دو گھنٹے سے اس انٹرویو کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ اس کے ساتھ کی آئی ہوئی سب ہی لڑکیاں کب کی فارغ ہو کر جا چکی تھیں۔ نہ جانے یہ امتیازی سلوک اس کے ساتھ ہی کیوں برتا جا رہا تھا اور اب جب وہ سوچ رہی تھی کہ اس انٹرویو پر لعنت بھیج کر واپس چلی جائے تو اس کا بلاوا آگیا۔

"مے آئی کم ان سر!" اپنے تمام تر غصے اور جھنجلاہٹ کو چھپاتے ہوئے اس نے نہایت مہذب انداز میں پوچھا۔

"یس، کم ان۔" بھاری مردانہ آواز نے جواب دیا۔

"بیٹھیے پلیز۔" اس نے اشارہ کیا۔ وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ ساتھ ہی ڈاکومنٹس بھی اس کی طرف بڑھا دیے۔ کمرے میں زبردست سے پرفیوم کی مہک پھیلی ہوئی تھی۔ اے سی کی وجہ سے ماحول اچھا خاصا خنک ہو رہا تھا۔

سامنے بیٹھا شخص جو بلاشبہ بہت ڈیشنگ تھا' نہایت توجہ سے اس کے ڈاکومنٹس کا جائزہ لینے میں مشغول تھا۔ وہ چپ چاپ بیٹھی اپنے آپ کو اس کے ممکنہ سوالات کے لیے میں تیار کرنے لگی۔ جبکہ سامنے بیٹھے شخص نے فائل ایک طرف رکھ کر اب

ناولٹ

اس کا جائزہ لینا شروع کر دیا تھا۔

"اب لے بھی لے انٹرویو بدتمیز شخص' کب سے گھورے ہی جا رہا ہے۔" اس نے دل ہی دل میں اسے کوسا۔ سامنے والا اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے کافی محظوظ ہوا تھا۔

"نام کیا ہے آپ کا؟" دلکش مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا گیا۔

"ہانیہ ابصار۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"کوالیفکیشن؟" اگلا سوال آیا۔

"ایم اے اکنامکس۔ سارے سرٹیفکیٹس دیے تو ہیں آپ کو۔" اس نے جتایا۔

"جی' وہ تو میں نے دیکھ لیے ہیں۔ کافی شاندار تعلیمی

ریکارڈ ہے آپ کا۔" اس نے ہانیہ کی ڈاکیومنٹس والی فائل کو دوبارہ الٹتے پلٹتے ہوئے کہا۔

ہانیہ نے اس تعریف پر انکساری سے گردن جھکالی تھی۔

"دو attempts میں آپ کا بی اے کلیئر ہوا ہے اور سیکنڈ ڈویژن میں ایم اے۔" اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اپنی بات مکمل کی تو ہانیہ گڑبڑا گئی۔ ایک لمحے پہلے گردن جھکا کر جو تعریف وصول کی تھی، وہ شاید نہیں بلکہ یقیناً طنز تھا۔

"وہ دراصل بات یہ ہے سر کہ....." اس نے وضاحت دینا چاہی۔

"جی مجھے معلوم ہے کہ کچھ گھریلو پرابلمز کی وجہ سے آپ کے تعلیمی کیریر میں یہ بریک آئے ہیں۔"

اس نے ہانیہ کی بات کاٹ کر کہا تو وہ اس کی ذہانت کی قائل ہوگئی اور یہ تھا بھی سچ کہ بی اے کے پیپرز میں مریم آپی کی شادی تھی اور ایم اے کے پیپرز میں زبردست ٹائیفائیڈ بخار تھا، پھر بھی سیکنڈ ڈویژن تو لے لی تھی اور یہ ہانیہ کے نزدیک کوئی معمولی بات تو نہ تھی۔

"ویسے سر! میں یہ جاب نہایت اچھے طریقے سے کر سکتی ہوں۔" اس نے قدرے اعتماد سے کہا۔

"اچھا، وہ کیسے؟" نہایت دلچسپی سے پوچھا گیا۔

"وہ ایسے سر! کہ کمپیوٹر پر تو مجھے مہارت حاصل ہے۔ خصوصاً" کمپیوٹر پروگرامنگ میں، شارٹ ہینڈ، ٹائپنگ وغیرہ بھی اچھی طرح جانتی ہوں۔" اس نے اپنی صلاحیتیں گنواتے ہوئے کہا۔

"اوہ! واقعی پھر تو آپ اس جاب کے لیے نہایت موزوں ہیں۔" وہ متاثر ہوتے ہوئے بولا۔

"تھینک یو سر!" وہ خوش ہوتے ہوئے بولی۔

"ویسے بائی دا وے، ان کورسز کے سرٹیفکیٹ کہاں ہیں؟" اس نے ہانیہ کی فائل پر دوبارہ نظر دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

"تو سر! آپ غلط سمجھے، یہ ڈپلومہ کورسز نہیں ہیں۔" اس نے فوراً" سے پیشتر تصحیح کی۔

"کیا مطلب؟" اس نے نا سمجھی کے عالم میں استفسار کیا۔

"مطلب یہ سر! کہ میں نے ان ساری چیزوں پر عبور گھر بیٹھ کر ہی حاصل کیا ہے۔" اس نے کسی قدر فخر سے بتایا۔

"اچھا، وہ کیسے؟"

"سر! دراصل میں نے یہ سب چیزیں اپنے کزن سے سیکھی ہیں۔ وہ بہت قابل انسان ہیں، نہایت شاندار تعلیمی ریکارڈ کے مالک، دنیا جہان کی تو ڈگریاں ہیں ان کے پاس اور لاتعداد گولڈ میڈلز۔ وہ تو جس فیلڈ میں....."

"تو محترمہ! پھر آپ یوں کریں کہ اپنی جگہ ان کزن کو ہی بھیج دیں، ہم ان کو اپائنٹ کر کے خوشی محسوس کریں گے۔" وہ ہانیہ کی بات کاٹ کر بولا تو وہ جل کر رہ گئی۔

"تو سر! میرے کزن کو کسی قسم کی جاب کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ایک بہت اچھی کمپنی میں اعلا عہدے پر فائز ہیں۔" اس نے جتایا تو وہ ہنس پڑا۔

"گڈ! یہ تو بہت خوشی کی بات ہے لیکن آپ یہ بتائیے کہ آپ چاہتی کیا ہیں؟"

"سر! میں تو صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ جب میرے کزن اتنے شاندار ریکارڈ کے مالک ہیں تو میں بھی آخر ان ہی کی شاگرد ہوں۔ بہت اچھے طریقے سے کام سنبھال سکتی ہوں۔" اس نے باور کرانا چاہا۔

"اچھا یہ بتائیں کہ اور کیا خصوصیات ہیں آپ میں؟" اس نے کرسی کی پشت سے سر ٹکاتے ہوئے پوچھا۔

"اور سر! میں بہت اچھی کک بھی ہوں۔ پاکستانی، انڈین، چائنیز، اٹالین، فرنچ..... ہر طرح کے کھانے بنا سکتی ہوں۔ خصوصاً" چائنیز اور اٹالین تو ایسے بناتی ہوں کہ جو کھاتا ہے، دوبارہ فرمائش کر کے بنواتا ہے۔" اس نے اپنی مزید صلاحیتیں گنوادیں۔

"اوہ تو یہ چیزیں بھی آپ نے اپنے کزن سے ہی سیکھی ہیں۔" اس نے محظوظ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"تو سر! ان سے کہاں، انہیں تو آملیٹ بھی بنانا نہیں آتا۔" اس نے قدرے افسوس سے مطلع کیا۔

"تو مس ہانیہ صاحبہ! بات دراصل یہ ہے کہ اس جاب کے لیے تو فٹ نہیں ہیں آپ! ویسے ہمارے آفس کینٹین میں کک کی جگہ خالی ہے، اگر آپ کہیں تو۔" وہ ہونٹوں کا کونا دانتوں میں دبا کر مسکراتے ہوئے بولا تو ہانیہ کا جی چاہا ہاتھ مار کر اس کا خوبصورت سا ہیئر اسٹائل بگاڑ دے۔

"ویسے آپ کا نام بہت خوبصورت ہے کس نے رکھا تھا؟" وہ دوبارہ بولا۔

"آپ کے ابا نے رکھا تھا۔" وہ جل کر بولی تو معیز قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"چلو آخر تم نے پہچانا تو سہی۔ ایک گھنٹے سے 'سر' 'سر' کی گردان کر رہی تھیں۔" معیز کو یہ ساری سچویشن بہت مزہ دے گئی تھی۔

"نہایت بدتمیز شخص ہو تم" میں پوری سنجیدگی سے اور بھرپور تیاری کر کے انٹرویو دینے آئی تھی اور اب میں دیکھتی ہوں کیسے نہیں ملتی یہ جاب مجھے۔ میں آج ہی جا کر پاپا اور تایا جان سے بات کرتی ہوں۔ اب انٹرویو دے گی میری جوتی۔" وہ سارے ڈاکیومنٹس سمیٹتے ہوئے تیز تیز بول رہی تھی اور معیز مسلسل ہنسے جا رہا تھا۔

"اتنے برے لگ رہے ہو تم ہنستے ہوئے۔" وہ بری طرح چڑ کر بولی پھر باہر جانے کے لیے مڑ گئی۔

"مس ہانیہ! بات سنیں۔" اس نے پیچھے سے شرارت سے پکارا۔ وہ بادل نخواستہ پیچھے مڑی۔

"یہ لو چابی، گاڑی میں جا کر بیٹھو، میں ابھی پانچ منٹ میں آتا ہوں۔" اس نے گاڑی کی چابی اس کی طرف اچھالی جسے ہانیہ نے بمشکل کیچ کیا پھر اسے گھورتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

❋ ❋ ❋

"تمہارے انٹرویو کا کیا بنا ہانیہ؟" رات کے کھانے پر سب ہی موجود تھے جب حمنہ نے شرارتی انداز میں پوچھا۔ اس نے خفگی سے اسے گھورا۔

"ہاں بھئی! یاد آیا، آج تو ہماری بیٹی کا انٹرویو تھا۔ کیسا ہوا؟" پاپا نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پاپا! پتا نہیں کیسا اسٹاف رکھا ہوا ہے آپ نے۔ خصوصاً" آپ کے ایم ڈی صاحب تو نہایت فضول شخص ہیں۔ مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھائے۔ عجیب الٹے سیدھے سوال پوچھتے رہے۔ میری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے اتنی اہم پوسٹ پر ایسے شخص کو اپائنٹ ہی کیوں کیا ہے۔"

وہ جلے دل سے بولی اور "ایم ڈی" صاحب کی تو ہنسی بند ہی نہیں ہو رہی تھی۔ مسلسل ہنستے ہوئے وہ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ بہت لطف دے رہا تھا انہیں ہانیہ بی بی کا جلنا کڑھنا۔

"اوہو، یہ تو بہت بری بات ہے معیز! تم نے ہانیہ سے الٹے سیدھے سوال کیوں کیے۔ آسان سے سوال پوچھنے تھے نا۔" پاپا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تایا ابو! دیکھ رہے ہیں نا آپ! پاپا بھی معیز کے ساتھ مل گئے ہیں۔" اس نے شکایتی انداز میں کہا۔

"معیز! مت تنگ کرو ہماری بیٹی کو۔" تایا ابو نے معیز کو آنکھیں دکھاتے ہوئے ڈپٹا۔

"اب آپ ہی بتائیں تایا ابو! میں اگر جاب کرنا چاہتی ہوں تو کیا اس میں کوئی بری بات ہے۔ گھر پر فارغ رہ کر بور ہی ہوتی ہوں، اس سے تو اچھا ہے کہ آفس جوائن کرلوں۔"

اس نے تایا ابو سے رائے جاننا چاہی۔ اتفاق سے امی، تائی اماں اور دادی جان تینوں ہی اس وقت موجود نہ تھیں اور تایا ابو سے بات منوانے کا یہ بہترین موقع تھا۔

"ہاں تو ٹھیک ہے، تم آفس جوائن کرلو۔ اس میں مسئلہ ہی کیا ہے۔" تایا ابو نے فراخ دلی سے کہا۔

"تھینک یو سو مچ تایا ابو۔" وہ خوشی سے نہال ہوتے ہوئے بولی جبکہ معیز کی ہنسی کو ایکدم بریک لگ گئے۔

"پاپا! کیسے کرلے یہ آفس جوائن، آتا جاتا خاک

نہیں۔ کام کے بجائے مسئلے ہی کھڑے کرے گی۔"
اس نے فوراً" مخالفت کی۔
"سیکھ لے گی کام آہستہ آہستہ۔ تجربہ ایکدم سے تھوڑی آتا ہے۔" انہوں نے اس کا اعتراض رد کرتے ہوئے کہا۔
"لیکن میں نے تو ایک اور لڑکی کو اپائنٹ کرلیا ہے۔ ہر طرح سے ہمارے معیار کے مطابق ہے۔ اس کے پاس ڈگری بھی ہے اور تجربہ بھی۔ میں تو اس کے کانفیڈنس سے ہی بہت متاثر ہوا ہوں۔ انٹرویو بہت اچھا دیا ہے اس نے۔ اب یہ تو بہت غلط بات ہے کہ میں اسے ریجیکٹ کرکے ہانیہ کو جاب دے دوں۔ میرٹ کی سراسر خلاف ورزی ہے یہ۔" اس نے ایک لمبی تقریر جھاڑ دی۔
"میں کب کہہ رہی ہوں اسے ریجیکٹ کرو۔ اسے تو ضرور اپائنٹ کرو بلکہ مجھے اس کے ساتھ کام کرنے سے سیکھنے کا موقع ملے گا اور میں تم سے تنخواہ کب مانگ رہی ہوں، بلامعاوضہ کام کروں گی۔" ہانیہ نے اس کا حربہ ناکام بناتے ہوئے کہا۔
"چلو ٹھیک ہے یار! تھوڑے دنوں کا شوق ہے اسے، کرلینے دو کام۔" پاپا نے گفتگو سمیٹتے ہوئے کہا۔ وہ مزید تو کچھ نہ بولا، بس خونخوار نظروں سے ہانیہ کو گھورتا رہا۔
"ویسے معیز بھائی! قابلیت میں تو ہماری ہانیہ بھی کسی سے کم نہیں۔ اس بات کی تو میں گواہ ہوں کہ اس نے انٹرویو کے لیے زبردست تیاری کی تھی۔ دو انٹرویو تو کل رات میں نے خود سنے ہیں۔ نیند کی حالت میں بھی فر فر انگلش بول رہی تھی۔" حمنہ نے شرارتی انداز میں کہا تو تایا ابو اور پاپا ہنس پڑے۔
اسے نیند میں بولنے کی عادت تھی، اس بات سے گھر کا ہر فرد واقف تھا اور اکثر و بیشتر اس عادت کی وجہ سے ہانیہ کو مذاق کا نشانہ بھی بننا پڑتا تھا لیکن آج اس نے حمنہ کے مذاق کا قطعی برا نہ مانا تھا کیونکہ آج اسے معیز کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود آفس جوائن کرنے کی اجازت مل گئی تھی۔

❄ ❄ ❄

آفس جانے یا جاب کرنے کا اسے کوئی خاص شوق نہیں تھا بلکہ جاب ہی کیا پڑھنے لکھنے کے تقریباً" ہر کام سے اس کی جان جاتی تھی، بہت مشکلوں سے تو اس کا ایم اے کلیئر ہوا تھا۔ اس کی کئی دوستوں نے تو ایم فل میں بھی ایڈمیشن لے لیا تھا، پر اس نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے توبہ کرلی تھی۔ ہاں پڑھنے کے علاوہ باقی ہر کام میں خوب دلچسپی لیتی تھی۔ زبردست انٹیریر ڈیزائنر تھی۔ اکثر و بیشتر گھر کی سیٹنگ تبدیل کرتی رہتی۔ جسے حمنہ اور بلال اکھاڑ پچھاڑ کا نام دیتے تھے۔ کوکنگ اور بیکنگ سے تو گویا اسے عشق تھا۔ ڈریس ڈیزائننگ میں بھی دور دور تک اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ یہاں تک تو سب ٹھیک تھا، گھر کے کسی بھی فرد کو اس کی کسی بھی سرگرمی پر کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ دادی، امی اور تائی تو حوصلہ افزائی کرنے میں پیش پیش تھیں۔ امی اور تائی شکر کرتی تھیں کہ وہ آپی پر نہیں گئی۔ آپی خوش قسمتی یا بدقسمتی سے زبردست اکیڈمک ریکارڈ کی مالک تھیں مگر گھر کے کاموں میں ایک نمبر کی بدسلیقہ۔
ایم ایس سی میں گولڈ میڈل لینے کے بعد ان کا ارادہ ریسرچ کے لیے باہر جانے کا تھا ان ہی دنوں ان کے لیے انگلینڈ میں مقیم عفان کا رشتہ آگیا۔ باہر تو وہ چلی گئیں لیکن جب انہیں جینیٹک انجینئرنگ میں ریسرچ کے بجائے امور خانہ داری میں پی ایچ ڈی کرنا پڑی تو مانو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ وہ تو شکر تھا کہ عفان وہاں اکیلے رہتے تھے اور بڑے ٹھنڈے مزاج کے شخص تھے، ورنہ اگر آپی کی شادی پاکستان میں کسی جوائنٹ فیملی ٹائپ کے سسرال میں ہوتی تو کافی مشکل صورت حال پیدا ہوسکتی تھی۔ بہرحال اب تو آپی نے گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ایڈجسٹ کرلیا تھا اور وہ ایک پیارے سے بیٹے کی ماما جانی بھی بن چکی تھیں، سو سمجھ داری اور بردباری آنا تو ایک فطری امر تھا، ورنہ پہلے پہل جب آپی آن لائن ہوتیں تو حال چال پوچھنے کے بجائے پہلا سوال کچھ اس قسم کا ہوتا۔

"امی! نہاری کا شوربہ گاڑھا کرنے کے لیے کیا ڈالتے ہیں؟"
کبھی پوچھا جاتا۔
"امی کوفتے ہنڈیا میں ڈالنے کے ساتھ ہی ٹوٹ جاتے ہیں، کیا کروں۔"
بلال نے تو ایک مرتبہ بڑی ہوشیاری سے امی کا نام استعمال کرتے ہوئے مشورہ دیا تھا کہ کوفتوں کا مسالا بناتے وقت قیمے میں تھوڑا سا گلو ڈال دیں، کبھی نہیں ٹوٹیں گے۔ اگر ہانیہ فوراً" تردید نہ کرتی تو آپی سے کچھ بعید بھی نہیں تھا کہ وہ اس مشورے پر فوراً" عمل کرلیتیں۔
خیر آپی کا حشر دیکھتے ہوئے امی اور تائی اماں نے اس کی تربیت پر بھرپور توجہ دی تھی اور اپنے مقصد میں کافی حد تک کامیاب بھی تھیں کہ آپی کے بجائے وہ گھریلو امور میں خاصی طاق ہوچکی تھی۔ امی اور تائی جان کو اس نے کچن کے کاموں سے تقریباً" آزاد کردیا تھا۔ پاپا کے لیے ان کے کہنے سے پہلے ہی چائے، کافی ان کی میز پر موجود ہوتی۔ تایا ابو اور دادی جان کے لیے شوگر اور کولیسٹرول فری نت نئی ڈشز ہر وقت ٹرائی کرتی رہتی۔ حمنہ کو اس سے کپڑوں کی ڈیزائننگ کے لیے مشورے درکار ہوتے اور بلال کے پیٹو دوستوں کے لیے چائے کے ساتھ چٹ پٹے لوازمات بنا کردینے کی ذمہ داری بھی اسی کی تھی۔ سو ان تمام افراد کے ساتھ اس کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ باقی ایک معیز احمد تھا، اس کا اکلوتا تایا زاد جو بیک وقت ایک اچھا دوست بھی تھا اور دشمن بھی۔ جانے کیوں اکثر و بیشتر دونوں کے درمیان کسی بات پر ٹھنی ہی رہتی۔
معیز، آپی ہی کی طرح شاندار اکیڈمک ریکارڈ کا مالک تھا۔ اس کی وجہ سے تایا ابو اور پاپا بزنس کی ذمہ داریوں سے کافی حد تک آزاد ہوچکے تھے۔
اور ایسے ہی ایک دن باتوں باتوں میں یہ بحث چھڑ گئی کہ گھر کی ذمہ داریاں زیادہ مشکل ہیں یا بزنس کے اسرار و رموز سیکھنا زیادہ مشکل کام ہے۔ تب ہانیہ نے مذاق میں کہہ دیا کہ آفس ورک زیادہ مشکل نہیں، وہ یہ

موٹاپے سے نجات

کہا جاتا ہے کہ ہر بیماری کی جڑ پیٹ کی خرابی ہے، موٹاپا اور پیٹ کا بڑھ جانا خواتین کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اسی طرح چہرے پر مہاسے، کیل، چھائیاں بھی پیٹ کی خرابی سے ہوتی ہیں۔
خواتین کے ان تمام مسائل کا حل
نایاب جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ
جوہر ہاضم
- موٹاپا ختم
- بڑھا ہوا پیٹ اندر
- داغ دھبے اور کیل مہاسے غائب
- گیس، معدے کی گرانی کا خاتمہ
- قیمت صرف/50روپے

پتہ ذیل سے منگوائیں۔
شوٹائم - A/2، بیت الفرقان بگہ ریسٹورنٹ کے برابر مین یونیورسٹی روڈ۔ گلشن اقبال، کراچی۔

کام نہایت بخیر و خوبی انجام دے سکتی ہے۔ مزید یہ کہ اس کا دل چاہ رہا ہے کہ وہ بھی آفس جوائن کرے۔ ہانیہ نے تو مذاق برائے مذاق میں کہا تھا لیکن معیز نے جس طرح فوری طور پر اور سختی سے اس بات کی مخالفت کی وہ ہانیہ کے لیے حیران کن تھی۔ اور پھر صرف ضد میں آ کر اس نے آفس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے بے حد اصرار سے تنگ آ کر معیز نے کہہ دیا تھا کہ جب آفس میں جگہ خالی ہوگی، تب ہی دوسروں کے ساتھ اس کا بھی انٹرویو لے لیا جائے گا۔ اگر کامیاب ہو گئی تو ٹھیک دوسری صورت میں مسترد کر دیا جائے گا۔ معیز تو یہ بات کر کے بھول گیا لیکن ہانیہ نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ انٹرویو کی تیاری شروع کر دی اور جب انٹرویو کے دن نزدیک آ گئے تو اس نے معیز کو اپنے ارادے سے دوبارہ مطلع کرنا ضروری سمجھا تھا۔ معیز صرف مسکرا دیا تھا۔

اور آج وہ بھرپور تیاری کے ساتھ انٹرویو دینے گئی تھی۔ لیکن معیز نے جس غیر سنجیدگی سے اس کے انٹرویو کو ٹالا تھا، اس سے ہانیہ بی بی کے ارادوں میں مزید پختگی آ گئی تھی اور اب اس نے تایا ابو سے بات منوا کر ہی دم لیا تھا۔

❁ ❁ ❁

"بہت ڈیسنٹ لگ رہی ہو۔" صبح جب وہ آفس جانے کے لیے تیار ہوئی تو حمنہ نے توصیفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو میم!" اس نے مسکراتے ہوئے تعریف وصول کی۔ دونوں اکٹھے ہی ناشتے کی میز پر پہنچے تھے۔

"کہاں کی تیاری ہے بھئی؟" تائی جان نے اسے نک سک سے تیار دیکھ کر پوچھا۔

"آپ کو نہیں معلوم تائی جان! آج سے مابدولت آفس جایا کریں گے۔" اس نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کس سے اجازت لی تم نے؟" دادی جان نے اخبار سے نظریں ہٹا کر اسے گھورا تو ایکدم گڑبڑا گئی۔

"تایا ابو سے پوچھا تھا میں نے۔" اس نے فوراً مدد طلب نگاہوں سے دیکھا۔

"ایک تو تمہارا اپنا نہیں چلتا انتصار! بچوں کی بے وقوفیوں میں بھی شریک ہونے لگے ہو۔" انہوں نے تایا ابو کو بھی لپیٹ میں لے لیا۔

"اماں! شوق ہے اس کا، کرنے دیں تھوڑے دن جاب۔" تایا ابو نے اس کی وکالت کرنے کی کوشش کی۔

"ارے شوق ڈھنگ کا ہو تو بات بھی ہے۔ بلاوجہ کے کام میں ٹانگ اڑانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ویسے بھی اب سنجیدگی کے ساتھ گھر بیٹھو، ہم تمہاری شادی کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔" انہوں نے ہانیہ کو مخاطب کرتے ہوئے گویا اس کے حواسوں پر بم گرایا۔ اس نے مدد طلب نگاہوں سے پہلے امی، پاپا اور پھر تایا ابو، تائی جان کو دیکھا تھا، پر وہ سب کے سب ہی اس کی کسی قسم کی مدد کرنے سے قاصر نظر آئے۔ ظاہر ہے ویٹو پاور تو صرف دادی جان کے پاس تھی جو انہوں نے اس وقت نہایت ہوشیاری سے استعمال کر لی تھی۔ شفیق سی دادی جان اس وقت اسے ایک "ڈکٹیٹر" لگ رہی تھیں اور یہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ ان کے اس فیصلے کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔ اس نے کاٹ دار نگاہوں سے معیز کو گھورا جو شاہی ٹکڑوں سے انصاف کر رہا تھا۔ ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ رقصاں تھی۔ وہ پاؤں پٹختے ہوئے فوراً واک آؤٹ کر گئی۔

❁ ❁ ❁

"تم چاہتے کیا ہو معیز؟" شام کو جب وہ آفس سے لوٹا تو وہ سیدھی اس کے کمرے میں پہنچ گئی۔ وہ وارڈروب سے کپڑے نکال رہا تھا۔ اس کی آواز سن کر مڑا اور پھر دوبارہ وارڈروب میں سر گھسا لیا۔ اب وہ اپنی اس احمق سی کزن کو کیا بتاتا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔

"میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے معیز؟" اس نے اس کے ہاتھ سے ہینگر چھینتے ہوئے کہا۔

"او ہو، ناراض کیوں ہو رہی ہو، میں نے سنا نہیں کیا پوچھا ہے تم نے؟" وہ مسکراتے ہوئے بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"میں پوچھ رہی ہوں تم آخر چاہتے کیا ہو۔" اس نے ... کر اپنا سوال دہرایا۔

"ہاں سوال بہت اچھا ہے کہ میں چاہتا کیا ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تو ہانیہ ابصار! میں یہ چاہتا ہوں کہ دنیا میں ہر جگہ امن و امان قائم ہو، ہر قوم امن بقائے باہمی کے اصول کو اپنا لے۔ جبر و استبداد استحصال کی قوتوں کا خاتمہ ہو جائے، ہر شخص کو ... گی گزارنے کے لیے بنیادی حقوق حاصل ہوں۔ ... یہ کہ فرد اور معاشرہ......"

"ارے ارے رکو تو سہی، کہاں جا رہی ہو۔" معیز ... تقریر ادھوری چھوڑ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا۔

"بیٹھو اب اور سکون سے بتاؤ کہ مسئلہ کیا ہے۔ ... ان میل کیوں بنی ہوئی ہو؟" اس نے اس بار ... سنجیدگی سے پوچھا۔ آنکھوں میں البتہ اب ... شرارتی مسکراہٹ تھی۔

"تم نے دادی جان سے کیا کہا جس کی وجہ سے ... انہوں نے مجھے آفس جانے سے منع کر دیا؟" اس نے ... سے دریافت کیا۔

"تم آفس جانا ہی کیوں چاہتی ہو؟" معیز نے ... جواب دینے کے بجائے الٹا سوال کر دیا۔

"اور اگر میں یہ پوچھوں کہ تمہیں اعتراض ہی کیا ... میری جاب پر تو؟" ہانیہ نے بھی ایک اور سوال جڑ ... دیا۔

"مجھے بہت سے اعتراض ہیں۔"

"مثلاً۔" اس نے کریدا۔

"مثلاً یہ کہ قابلیت تمہیں چھو کر نہیں گزری، تمہارے پاس ہے نہیں، بزنس ڈیلنگ کی الف ب ... میں علم نہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بس میں ... چاہتا کہ تم میرے آفس میں کام کرو۔ کہیں اور ... کرنا چاہو تو شوق سے کرو، مجھے قطعی اعتراض ... ہوگا۔" اس نے حتمی انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"اس آخری بات کی وجہ پوچھ سکتی ہوں۔" اس نے پہلے والی سب باتوں کا ذکر گول کرتے ہوئے پوچھا کہ وہ سب سچ ہی تو تھیں۔

"بس تم یہ سمجھ لو کہ بہت براڈ مائنڈڈ ہونے کے باوجود میں ایک کنزرویٹو شخص ہوں۔ مجھے اچھا نہیں لگے گا تمہارا وہاں کام کرنا۔ آفس میں مختلف قسم کے لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے، وہاں کام کرنے والے لوگوں کی اچھی بری عادتوں سے میں پوری طرح واقف ہوں۔ بس میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میری فیملی کی کسی لڑکی کو وہاں ڈسکس کیا جائے۔" وہ صاف گوئی سے بولا تو ہانیہ مزید کچھ نہ کہہ سکی۔

دل ہی دل میں وہ اس دلیل کی قائل ہو گئی تھی۔ حیرت اس بات کی تھی کہ یہ "بات" ابھی تک اس کے اپنے دماغ میں کیوں نہ آئی تھی۔

"اور ویسے بھی اب تم اطمینان سے گھر بیٹھو۔ دادی جان کی بات نہیں سنی تم نے۔" اس نے دوبارہ شرارتی انداز اختیار کر کے پوچھا۔

"کیا؟" ہانیہ نے بے دھیانی میں پوچھ لیا۔

"یہی کہ گھر بیٹھو اور شادی کی تیاری کرو۔" اس نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا۔ ہانیہ نے پاس رکھا تکیہ اسے کھینچ کر مارا تھا لیکن معیز نے بہت مہارت سے تکیہ کیچ کر لیا تھا۔

❁ ❁ ❁

گھر میں آج کل سنجیدہ قسم کی فضا طاری تھی۔ اکثر رات کے کھانے کے بعد دادی جان کے کمرے میں میٹنگ طلب کی جاتی، نہایت ناانصافی کی بات یہ تھی کہ نوجوان نسل کے کسی نمائندے کو مدعو نہ کیا جاتا تھا۔ حالانکہ موضوعِ گفتگو زیادہ تر نوجوان نسل ہی ہوتی تھی۔

تھوڑا تھوڑا تو ہانیہ بی بی کو بھی اندازہ تھا کہ کیا کھچڑی پک رہی ہے پھر ایک دن دادی نے چھوٹی پھوپھو کو بھی فون کر کے بلوا لیا۔ چھوٹی پھوپھو گھر میں ہر ایک کی دوست تھیں۔ بڑوں کی محفل میں ان کی اہمیت اپنی

جگہ ‘پرینگ پارٹی کا بھی بھرپور ساتھ دیتی تھیں لیکن اس بار چھوٹی پھوپھو کی آمد ایک خاص مشن کے تحت ہو رہی تھی۔ مشن کچھ یوں تھا کہ ہانیہ اور معیز سے رائے لی جائے کہ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ شادی پر کوئی اعتراض تو نہیں۔

یہ کام چھوٹی پھوپھو سے بہتر کوئی انجام نہ دے سکتا تھا۔

پھوپھو فون کرنے کے دو دن بعد ہی آگئی تھیں اور دادی‘ امی اور تائی جان کی بات سن کر قہقہہ لگا کر ہنس دیں۔

”ارے بھئی! فکر کس بات کی ہے‘ لڑکی بھی گھر کی‘ لڑکا بھی گھر کا۔ فریقین کے والدین راضی‘ نہ جہیز کا جھنجھٹ‘ نہ بری کا مسئلہ۔ بس دو بول ہی تو پڑھوانے ہیں‘ پڑھوا دیجئے۔“ انہوں نے ہنستے کھیلتے گویا بات ہی ختم کر دی۔

”ارے اتنا آسان ہوتا تو تمہیں کاہے کو بلواتے۔ مزاج دیکھا ہے دونوں کا۔ ایک مشرق ہے تو دوسرا مغرب۔ بات بات پر تو کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں۔ زندگی بھر کا معاملہ ہے‘ تم سلیقے و سبھاؤ سے دونوں کی مرضی معلوم کر لو۔“ دادی جان نے انہیں مسئلے کی سنگینی کا احساس دلا دیا۔

پھوپھو نے پہلی فرصت میں ہی معیز کو جا پکڑا۔ رات کے کھانے کے بعد اب لاؤنج آباد تھا۔ سب بڑے سو چکے تھے اور کارڈز کھیلے جا رہے تھے۔ ”تمہیں معلوم ہے کچھ‘ آج کل تمہارے امی بابا کیا سوچ رہے ہیں؟“ انہوں نے کارڈ پھینکتے ہوئے اچانک معیز سے سوال کیا۔

”ہاں‘ معلوم ہے۔“ وہ سنجیدگی سے بولا۔

”اچھا‘ واقعی معلوم ہے؟“ پھوپھو اپنے مخصوص اسٹائل میں مسکرائیں۔

”ہاں‘ کل امی بتا تو رہی تھیں کہ حج پر جانے کا سوچ رہے ہیں۔“ معیز کے کہنے پر پھوپھو کی ہنسی چھوٹ گئی۔

”حج پر جانے کے متعلق تو سوچ ہی رہے ہیں بیٹا جانی! پر ساتھ ساتھ بہو لانے کے متعلق بھی سوچ رہے ہیں۔“ انہوں نے ہنستے ہوئے انکشاف کیا۔

”اوہ ریئلی‘ یہ تو واقعی بڑی خوشی کی خبر ہے۔“ خوش دلی سے مسکرایا تھا۔

”تو گویا تمہیں شادی پر کوئی اعتراض نہیں“ پھوپھو نے سکون کا سانس لیتے ہوئے پوچھا‘ گویا اب آسان ہو گیا تھا۔

”قطعی نہیں۔“ وہ مزے سے بولا۔

”معیز بھائی! ہمیں نہیں معلوم تھا کہ آپ کو شادی کروانے کا اتنا شوق ہے۔“ بلال نے ہنستے ہوئے اسے چھیڑا‘ وہ بھی مسکرا دیا۔

”اچھا چلو بتاؤ‘ کیسی لڑکی چاہیے تمہیں؟“ پھوپھو نے اگلوانا چاہا۔

”ہاں‘ یہ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ مجھے کیسی لڑکی چاہیے۔“ اس نے اپنے سامنے بیٹھی ہانیہ پر گہری نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ہانیہ کے دل نے ایک دھڑکن مس کی تھی۔

”دیکھیں پھوپھو! پہلی شرط تو یہ ہے کہ لڑکی کا قد لمبا ہو۔“

”کتنا لمبا؟“ پھوپھو نے اطمینان سے ٹانگیں پھیلاتے ہوئے وضاحت چاہی۔

”میرا مطلب ہے پھوپھو! کہ اس کی ہائٹ اتنی ہو کہ اگر دس بارہ لڑکیوں میں کھڑی ہو تو دور سے ہی اپنے قد کی وجہ سے نمایاں نظر آئے۔“ اس نے کہا تو پھوپھو کا اطمینان قدرے مایوسی میں بدل گیا۔ انہوں نے ایک اچٹتی نظر ہانیہ پر ڈالی۔ اس کے قد کو پستہ قد میں تو کسی طور بھی شمار نہ کیا جا سکتا تھا۔ لڑکیوں کے لحاظ سے بالکل نارمل قد تھا۔ ہاں البتہ اتنی ”لمبی“ بھی نہیں تھی کہ دس بارہ لڑکیوں میں دور سے ہی قد کی وجہ سے نمایاں نظر آئے۔

”اچھا اور تو کوئی شرط نہیں؟“ وہ دوبارہ معیز کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

”ہاں ایک شرط اور بھی ہے۔ لڑکی کی کوالیفکیشن میرے برابر کی ہو۔“ معیز نے مسکراتے ہوئے ایک

اور شرط گنوائی۔

”اور کچھ؟“ پھوپھو اب پریشان سی ہو گئی تھیں۔

”جی پھوپھو! اور یہ کہ رنگ تو اس کا بے شک بہت زیادہ گورا نہ ہو۔ مجھے بہت حسین و جمیل بیوی نہیں چاہیے۔ ہاں‘ آپ کو معلوم ہی ہے کہ لمبے بال میری کمزوری ہیں۔“ اس نے مسکراتے ہوئے انکشاف کیا۔

(ہونہہ‘ بڑا آیا۔ رنگ بے شک گورا نہ ہو۔) ہانیہ نے دل ہی دل میں اس کی نقل اتاری۔ ظاہر ہے کیسے کہہ دیتا کہ گورے رنگ والی چاہیے۔ بے شک قد اور تعلیم کے لحاظ سے وہ معیز کے برابر کی نہ تھی لیکن ابسار سا رنگ روپ تو دور دور تک کسی کے پاس نہ تھا۔ اور دس بارہ کیا اگر سو پچاس لڑکیوں میں بھی کھڑی ہو جاتی تو پہلی نظر یقیناً اس پر ہی ٹکتی تھی بال بھی بے تحاشا خوبصورت تھے۔ کیا ہوا جو صرف شانوں تک پہنچتے تھے۔ پر اتنے گھنے‘ سیاہ اور سلکی تھے کہ ایک کلپ میں بمشکل قید ہوتے۔ اکثر لمبے بالوں والی لڑکیاں بھی رشک سے دیکھتی تھیں۔

”بس یا اور کچھ بھی؟“ پھوپھو نے قدرے ناراضی سے پوچھا۔ اپنے لاڈلے بھتیجے پر اس وقت انہیں کچھ غصہ سا آ رہا تھا۔

”اور کچھ یہ کہ آواز بہت سوفٹ ہو‘ دھیما دھیما بولتی ہو‘ قہقہے تو بالکل نہ لگاتی ہو۔“ اس نے ایک دو خوبیاں مزید گنوا دی تھیں۔

”تو بیٹا! اتنی خوبیوں والی لڑکی ڈھونڈنے میں پانچ سات سال تو لگ ہی جائیں گے۔ تم فی الحال شادی کا خیال دل سے نکال دو۔“ پھوپھو نے بڑی سنجیدگی سے مشورہ دیا تو وہ جواباً قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

”بھئی! آپ نے پوچھا‘ میں نے بتا دیا۔ ایسی لڑکی مل گئی تو ٹھیک‘ ورنہ کسی ایسی ویسی پر ہی گزارہ کر لیں گے۔“ وہ متبسم لہجے میں بولا۔

”اب ذرا تم بھی اپنی پسند ناپسند کے بارے میں بتاؤ۔ تمہارے بھی دو چار رشتے آئے ہوئے ہیں‘ دیکھ بھال کر کسی کو فائنل کریں گے۔“

پھوپھو نے اپنا رخ ہانیہ کی طرف موڑ لیا تھا۔ دو چار رشتوں والی بات پر معیز چونکا تو ضرور تھا لیکن اپنے تاثرات نارمل ہی رکھے۔

”میں کیا بتاؤں پھوپھو!“ ہانیہ نے شرمانے کی ایکٹنگ کی۔

”ارے کچھ تو بتاؤ پھر نہ کہنا کہ لڑکی ہونے کی وجہ سے رائے نہیں لی۔“

معیز کی طرف سے مایوس ہونے کے بعد انہوں نے اسی سے ”کچھ“ اگلوانا چاہا۔

”وہ پھوپھو! مجھے ڈاکٹر بہت اچھے لگتے ہیں۔“ اس نے شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ بتایا۔

”ڈاکٹر؟“ انہوں نے حیرت بھری جھنجلاہٹ سے پوچھا۔

”جی ڈاکٹر‘ دیکھیں نا پھوپھو کتنے اچھے لگتے ہیں ڈاکٹر۔ اوور آل ہاتھ پر ڈال کر‘ گلے میں اسٹیتھسکوپ ڈالے‘ کتنا گریس ہوتا ہے ڈاکٹروں میں۔“ اس نے آنکھیں بند کر کے بڑے جذب سے کہنا چاہا‘ پر بند آنکھوں کے پیچھے ڈاکٹر کے بجائے ”بزنس مین“ مسکرا رہا تھا‘ اس نے جھٹ آنکھیں کھول دیں۔

”چلو بھئی! بتا دیں گے تمہارے امی بابا کو‘ تم لوگوں کی پسند کے بارے میں۔ پھوپھو مایوسی سے بولیں۔ بے دلی سے کارڈ بھی نیچے ڈال دیے گئے۔

”بس جا رہی ہیں آپ!“ حمنہ نے انہیں اٹھتا دیکھ کر پوچھا۔

”ہاں تو ڈیڑھ بج رہا ہے‘ نیند آ رہی ہے مجھے۔“ انہوں نے جمائی لی۔

”واہ پھوپھو! میں اتنی دیر سے اپنی پسند ناپسند کے بارے میں جواب ترتیب دے رہا تھا۔ میری باری آنے پر آپ اٹھ کر چل دیں۔“ بلال شرارت سے بولا۔ پھوپھو نے ہنستے ہوئے اس کے کندھے پر زوردار دھپ رسید کی۔

❊ ❊ ❊

”تو تمہیں ڈاکٹر اچھے لگتے ہیں؟“ رات کو بستر پر

لپٹنے کے بعد حمنہ نے پوچھا۔
"نہیں، ہرگز نہیں۔ کتنے سڑیل ہوتے ہیں، دوائیوں کی بو میں رچے بسے۔" اس نے ناک سکیڑتے ہوئے کہا۔
"تو پھر وہاں کیا بکواس فرما رہی تھیں پھوپھو کے سامنے۔" حمنہ نے حیرت سے آنکھیں پھیلا لی تھیں۔
"تو اور کیا کہتی بولو؟" اس نے الٹا اسی سے دریافت کیا۔
"تم معیز بھائی کو پسند کرتی ہونا؟" حمنہ نے آہستہ سے پوچھا۔
"ہاں!" اس نے اس سے بھی آہستہ آواز میں اعتراف کیا۔ حمنہ سے آج تک اس نے کوئی بات نہ چھپائی تھی، بلکہ چھپانا چاہتی بھی تو چھپا نہ پاتی تھی۔ ایک ہی کمرہ شیئر کرنے کی وجہ سے حمنہ اس کے سارے رازوں کی شریک تھی۔ شاید اس کی ایک بڑی وجہ ہانیہ کی نیند میں بولنے والی عادت بھی تھی۔
"تمہیں پھوپھو کے سامنے غلط بیانی نہیں کرنا چاہیے تھی۔ تمہیں معلوم ہے ناکہ سب بڑوں کے ایما پر پھوپھو نے تم دونوں سے یہ بات پوچھی ہے۔" حمنہ نے اسے کچھ احساس دلانا چاہا۔
"تو میں کیا کہتی کہ میرا آئیڈیل ایک لمبے قد والا خوبصورت شخص ہے جس کی آنکھوں کا رنگ لائٹ براؤن ہے جو بہت کامیاب بزنس مین بھی ہے۔ بیڈمنٹن کا بہت اچھا کھلاڑی ہے اور جب ہنستا ہے تو اس کے دائیں گال میں ڈمپل پڑتا ہے۔" اس نے چڑ کر کہا۔ حمنہ ہنستے ہنستے بے حال ہوگئی۔
"اڑالو میرا مذاق۔" ہانیہ نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے کروٹ بدل لی۔
"اچھا ناراض تو مت ہو۔" حمنہ نے اس کے گرد بازو حمائل کیے۔
"ویسے ایک بات بتاؤں۔ معیز بھائی صرف تمہیں تنگ کر رہے تھے، وہ مسلسل تمہیں کن اکھیوں سے دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ تم اگر ایک بار بھی ان کی آنکھوں میں جھانک لیتیں تو کبھی نہ کہتیں کہ تمہیں ڈاکٹر پسند ہیں۔"
حمنہ نے دھیرے سے کہا۔ اس نے اس کی بات پر کسی ردعمل کا اظہار کیے بغیر آنکھیں موند لیں۔

❋ ❋ ❋

پھوپھو مشن میں ناکامی کے بعد واپس چلی گئی تھیں۔ اپنی رپورٹ انہوں نے دادی جان کے سامنے پیش کردی تھی۔ جس میں یہی سفارش کی گئی تھی کہ ان دونوں کی مرضی معلوم کرکے مزید سر پر نہ چڑھایا جائے بلکہ فوری طور پر شادی کے بندھن میں باندھ دیا جائے۔ شادی کے بعد سب کچھ خود ہی سیٹ ہوجائے گا۔ دادی جان نے پھوپھو کے نادر مشورے پر فی الحال کسی قسم کا کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ البتہ امی اور تائی جان کو اپنی نالائق اولادوں پر خوب غصہ آیا تھا اور یہ غصہ اس وقت سوا ہوجاتا جب دور نزدیک میں کسی شادی کی خبر ملتی۔ شادیوں کا یہ موسم تھا اور تقریباً روز ہی کہیں نہ کہیں سے کارڈ ملتا تھا۔ انہی دنوں تایا ابو کے سب سے قریبی دوست کے بیٹے کی شادی کا کارڈ ملا۔ منصور انکل کی پوری فیملی سے ہی ان کے تعلقات مثالی تھے۔ اب معاملہ ان کے اکلوتے بیٹے کی شادی کا تھا، سو سب نے ہی بھرپور طریقے سے شرکت کا فیصلہ کیا۔
اور آج شادی کے فنکشن میں نسبتاً تنہا گوشے میں ٹیبل کے گرد بیٹھی امی اور تائی جان اپنے دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھیں۔ دونوں کو ہی ہانیہ اور معیز پر شدید غصہ آرہا تھا۔ وہ بھی پھوپھو کے فارمولے سے سو فیصد متفق تھیں۔ پر مسئلہ یہ تھا کہ دادی جان ان دونوں کے بچکانہ رویے کو زیادہ ہی سیریس لے رہی تھیں۔ وہ دونوں کی مرضی پوری طرح جانچے بغیر کوئی قدم اٹھانا نہ چاہتی تھیں۔
"اماں جان کو تو فضول کے خدشے ہیں۔ دیکھو تو عائشہ! ساتھ کھڑے کتنے اچھے لگ رہے ہیں۔"
تائی اماں نے امی کی توجہ دور کھڑے ہانیہ اور معیز

کی طرف دلوائی۔ امی نے بھی زیرِ لب ماشاءاللہ کہا۔ پوری محفل میں انہیں اپنی "بچی" سے زیادہ کوئی حسین نہ لگ رہا تھا اور سچ تو یہ تھا کہ آج ہانیہ واقعی غضب ڈھا رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ تھوڑی دیر بعد منصور انکل کی بیگم اپنے بھانجے کو ہانیہ سے متعارف کروانے کے لیے لے آئیں۔

"یہ میرا بھانجا ہے ڈاکٹر عماد! حال ہی میں امریکہ سے اسپیشلائزیشن کر کے آیا ہے اور عماد! یہ ہانیہ ہے، تمہارے انکل کے دوست کی بیٹی۔" انہوں نے باہمی تعارف کا فریضہ سرانجام دیا۔ فریقین نے رسمی مسکراہٹ ایک دوسرے کی طرف اچھالی تھی۔ اب عالیہ آنٹی کا کام ختم ہو گیا تھا، سو وہ اپنی ساڑھی کا پلو سنبھالتی دوسری طرف چلی گئیں۔

"کیا کرتی ہیں آپ؟" عماد نے اسے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ خاص نہیں، بس فارغ ہی ہوتی ہوں۔" ہانیہ نے مختصر سا جواب دیا۔

"وہ تو آپ کمال کرتی ہیں۔ آپ کو معلوم ہے نا جو کچھ نہیں کرتا، وہ کمال کرتا ہے۔"

ڈاکٹر صاحب نے نہایت گھسا پٹا مذاق کرنے کی کوشش کی۔ ہانیہ زبردستی مسکرا دی۔

"ایجوکیشن مکمل ہو گئی آپ کی؟" اشتیاق سے لپٹا ایک اور سوال موصول ہوا۔

"جی!" مختصر ترین جواب ملا۔

"کتنا پڑھا ہے آپ نے؟" سوال در سوال تھے۔

"ایم اے کیا ہے اکنامکس میں۔" ہانیہ نے جواب دے کر حمنہ وغیرہ کو ڈھونڈنے کے لیے نگاہیں ادھر ادھر گھمائیں۔ یوں عماد کے ساتھ اکیلے کھڑے کافی الجھن محسوس ہو رہی تھی۔ تب ہی اس کی نگاہ سامنے پڑی، کچھ فاصلے پر معیز ایک دراز قد حسینہ کے ساتھ محوِ گفتگو تھا۔ اس کی ساری حسیات ایکدم بیدار سی ہو گئیں۔ لڑکی کو پہچاننے کی کوشش کی، حافظے پر خاصا زور دینے کے باوجود وہ شناسا نہ لگی۔

"ہائٹ تو واقعی زبردست ہے۔" وہ بڑبڑائی۔

"جی مجھ سے کچھ کہا۔" عماد نے خوش فہم ہو کر پوچھا۔

ہانیہ نے سنی ان سنی کر دی۔ زیادہ ہی بے تکلف ہو رہے تھے محترم۔ جبکہ اس کا سارا دھیان تو معیز کی طرف لگا ہوا تھا۔ بہت ہنس ہنس کر گفتگو ہو رہی تھی دونوں میں اور تو اور لڑکی کے بال بھی کافی لمبے تھے۔ تھوڑے دنوں پہلے دونوں کی کہی ہوئی بات یوں پوری ہو گئی، یہ واقعی حیران کن تھا۔

ہانیہ نے رشک بھرے جذبات سے اس کی پشت پر پھیلے کالے سیاہ بالوں کو دیکھا تھا۔ اسی لمحے معیز کی نظر اس پر پڑی تھی۔ ہانیہ نے بجلی کی سی تیزی سے توجہ وہاں سے ہٹا کر سامنے کھڑے صاحب کی طرف مبذول کی۔

"تو آپ واقعی ڈاکٹر ہیں؟" اس نے اتنے پرمسرت انداز میں اچانک دریافت کیا کہ عماد حیران رہ گیا۔

"جی کوئی شک۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں، میں تو ویسے ہی پوچھ رہی تھی، دراصل آپ شکل سے بہت سوفٹ لگ رہے ہیں، ڈاکٹر تو بالکل نہیں لگ رہے۔" ہانیہ نے بلاوجہ ... کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔ معلوم ہو گیا تھا کہ معیز اسے ہی دیکھ رہا ہے، سو اب عماد صاحب سے خوش اخلاقی برتنے میں کوئی حرج نہ تھا۔

"اچھا تو ڈاکٹرز کی شکل پر کوئی خاص بات ہے؟" وہ اس کی بات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بولا۔

"نہیں، بس ویسے ہی۔ عمومی رائے تو یہی ہے ڈاکٹر سخت دل ہوتے ہیں، آدم بیزار سے۔" اس نے بات برائے بات کی۔

"اچھا یہ بات میں پہلی مرتبہ سن رہا ہوں۔" قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

قہقہہ اتنا بلند تھا کہ آواز معیز تک بھی جا پہنچی تھی۔ بہت ضبط سے کام لیتے ہوئے اس نے اپنی بھری جھنجلاہٹ چھپائی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ہانیہ کو کھینچ کر وہاں سے لے آئے۔ بہت مشکلوں

... نے اپنے تاثرات چھپائے تھے اور مصنوعی مسکراہٹ چہرے پر لاتے ہوئے اپنی توجہ سامنے کھڑی شمائل رضا کی طرف مبذول کی جس کی بے سروپا باتیں وہ کافی دیر سے برداشت کر رہا تھا۔ پورے پندرہ منٹ سے تو وہ اسے اپنی ڈگریوں کی تفصیل سنانے میں لگی ہوئی تھی۔

"پاکستان میں تو ٹیلنٹ کی کوئی قدر ہی نہیں ہے، خصوصاً لڑکیوں کے لیے تو بہت محدود فیلڈز ہیں۔ اب ڈیڈی کے اصرار پر میں واپس تو آگئی ہوں لیکن سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔" شمائل نے بلا مبالغہ ... کی بار یہ دکھڑا رویا۔

"واپس چلی جائیں۔" دل ہی دل میں تو معیز نے جواب دیا تھا۔ لیکن اس کے سامنے اسی کے ... کی تائید کرتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"ارے معیز بھائی! آپ یہاں کھڑے ہیں، شجاع ... بھی آپ کا پوچھ رہے تھے۔" حمنہ نے نہایت غلط موقع پر انٹری دی تھی۔ شمائل کے منہ کا ذائقہ خراب ہو گیا۔ کافی دنوں بعد تو کوئی ڈھنگ کا بندہ نظر آیا تھا۔

"شمائل! یہ حمنہ ہے، میری چھوٹی سی کیوٹ کزن۔" معیز نے تعارف کروایا تھا۔

"نائس ٹو میٹ یو۔" شمائل نے زبردستی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے اپنا مخروطی ہاتھ آگے بڑھایا۔ حمنہ نے بھی نہایت گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ دل ہی دل میں ہانیہ کو گالیوں سے بھی نوازا تھا جو معیز کو ایک خوبصورت لڑکی کے پاس اکیلا چھوڑ کر اس وقت ایک نہایت بغلول قسم کے شخص کے ساتھ محوِ گفتگو تھی۔

* * *

"یار! میں تو حیران رہ گیا، پہلی دفعہ خوبصورتی اور ذہانت کو یکجا دیکھا۔ بہت جینئس ہے شمائل رضا۔ میں تو واقعی اس سے بہت امپریس ہوا ہوں۔" معیز نے ناشتہ کرتے ہوئے ہانیہ کو مخاطب کیا۔ کچن میں اس وقت وہ دونوں ہی موجود تھے۔ فنکشن سے واپسی رات بہت دیر سے ہوئی تھی۔ صبح دونوں کی ہی آنکھ کافی دیر سے کھلی تھی۔ اب وہ دونوں اکٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔

"تم نے دیکھا تھا نا شمائل کو۔ وہی جس نے ڈارک گرین سوٹ پہنا ہوا تھا۔" معیز نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

(ہوں تو گویا سوٹ کا رنگ بھی یاد ہے) ہانیہ کا حسد کے مارے برا حال ہو رہا تھا لیکن بہت خوبی سے اس نے اپنے تاثرات چھپائے تھے۔

"ہاں، دیکھا تو تھا لیکن قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔" اس نے سرسری سے انداز میں جواب دیا۔

"ابھی حال ہی میں یو کے سے پاکستان آئی ہے پھر بھی مشرقی ٹچ برقرار ہے۔ بہت گریس فل لڑکی تھی۔" معیز نے اس کی شان میں مزید قلابے ملائے۔ ساتھ ہی ساتھ ہانیہ کے چہرے کا بھی جائزہ لیا، جہاں فی الحال کسی قسم کی جلن کے آثار نہ تھے۔

"اور بال تو اس کے بہت ہی خوبصورت تھے، اتنے لمبے بال میں نے شاید ہی اپنی زندگی میں کسی اور کے دیکھے ہوں۔" معیز نے مبالغہ آمیزی کی حد کر دی۔

"ہاں، واقعی بال تو اس کے بے حد خوبصورت تھے۔ کل تو میری اس سے ملاقات نہیں ہو پائی لیکن تم اتنی تعریفیں کر رہے ہو تو میرا بھی جی چاہ رہا ہے ملنے کو۔ چلو آج ملاقات ہو جائے گی۔ آج تو آئے گی نا شمائل۔" اس نے بہت "اشتیاق" سے دریافت کیا۔

"ہاں شاید، ویسے رشتے دار تو وہ دلہن والوں کی تھی۔ ہو سکتا ہے ولیمے میں بھی آ جائے۔" معیز نے چائے کے گھونٹ کے ساتھ غصہ بھی اپنے اندر اتارا۔

وہ سخت بدمزہ ہو رہا تھا۔ اتنی محنت کے باوجود ہانیہ کے چہرے پر وہ سب کچھ دیکھنے کو نہ ملا جس کا وہ متمنی تھا۔

"چلو اللہ کرے آ ہی جائے اور کچھ نہیں تو شیمپو کا نام ہی پوچھ لوں گی۔" ہانیہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ معیز دانت پیس کر رہ گیا۔

"ویسے اگر آج وہ نہ آئی تو مجھے افسوس ہی رہے گا۔

کاش میں اس سے کل ہی مل لیتی۔ دراصل کل ڈاکٹر عماد کی کمپنی میں اتنا مزہ آیا کہ ادھر ادھر دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔" بہت کوششوں کے بعد ہانیہ نے بھی فقرہ ترتیب دے کر معیز کی سماعتوں تک منتقل کر دیا۔

ڈاکٹر کے لفظ پر معیز کے کان کھڑے ہو گئے۔

"اچھا تو ڈاکٹر تھے موصوف؟" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا۔

"ہاں کنگ ایڈورڈ کے گولڈ میڈلسٹ ہیں۔ اسپیشلائزیشن امریکہ سے کر کے آئے ہیں۔" اس نے تفصیل بتانا شروع کیا۔

"عالیہ آنٹی کے بھانجے ہیں، بہت نفیس انسان ہیں۔ خدمت خلق کا جذبہ تو کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ پرائیویٹ پریکٹس کے ساتھ ساتھ ہفتے میں ایک دن رفاہی کلینک میں بھی بیٹھتے ہیں۔" اس نے عقیدت بھرے جذبات سے تفصیل سنائی۔

"ڈیٹس گریٹ۔ آج کل کہاں ملتے ہیں ایسے لوگ۔ اب شمائل ہی کی مثال لو، آج کل ایک این جی او کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ عورتوں کی فلاح و بہبود اور حقوق کے لیے تو اسے جو کام بھی کرنا پڑے، وہ کرنے کو تیار ہے۔" معیز نے گفتگو کا رخ دوبارہ شمائل کی طرف موڑ دیا تھا۔

"اچھا پھر تو میں آج شمائل سے ضرور ملوں گی۔" ہانیہ نے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

شمائل رضا سے ملنا واقعی بہت ضروری ہو گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

"میں تو خود یہی کہتی ہوں کہ آج کل کی لڑکی کو خود مختار ہونا چاہیے۔ وہ دور ختم ہو گیا جب عورتیں مرد کی دست نگر ہوتی تھیں۔" ہانیہ نے شمائل سے گفتگو کے دوران بہت جوش سے کہا۔

صرف پانچ منٹ کی گفتگو میں ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ موصوفہ آزادیٔ نسواں کی بہت بڑی علمبردار ہیں۔ سو ہانیہ بی بی کے شاطر ذہن نے فٹافٹ ہی زبردست سا منصوبہ ترتیب دے ڈالا۔

"پاکستان میں تو کوئی پرسانِ حال ہی نہیں عورتوں کا۔ بہت پسماندگی ہے، یہاں پڑھ لکھ عورت ٹیچر بن جاتی ہے یا پھر ڈاکٹر۔ اور کسی فیلڈ کوئی اسکوپ ہے ہی نہیں بلکہ اکثر لڑکیاں تو شادی بعد سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گھر بیٹھ جاتی ہیں۔ مہرین کی مثال ہی لے لو۔ اچھی بھلی جاب تھی طلحہ صاحب نے کہہ دیا کہ شادی کے بعد جاب کرے گی، سو خوش خوش جاب چھوڑ دی۔ حالا نے سمجھایا بھی تھا کہ اگر پہلے ہی بات مان لی تو سر جائیں گے محترم۔" شمائل نے اسٹیج پر دلہن بنی کو دیکھ کر تاسف سے کہا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔" ہانیہ نے بھابھی کی عقل مندی کو دل ہی دل میں سراہتے شمائل کی تائید کی۔

"ویسے آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کے والے اتنے لبرل ہیں۔ آپ کو اکیلے پڑھنے انگلینڈ دیا۔ ورنہ اکثر لوگ تو اس معاملے میں کافی کنز ہوتے ہیں۔" ہانیہ نے رشک بھرے جذبات اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں بالکل یہ کریڈٹ میرے ڈیڈی کو جاتا ورنہ پرانی نسل کے اکثر لوگ واقعی لڑکیوں کی اعلا کے خلاف ہوتے ہیں۔" شمائل نے نزاکت سے میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

"بہت گریٹ ہیں بھئی آپ کے ڈیڈی، ورنہ نسل کیا نئی نسل کے مرد بھی عورتوں کی آزادی خائف ہیں۔ اب میرے کزن کی مثال ہی لے خود دنیا جہان سے ڈگریاں سمیٹ کر لے آئے ہیں بھی اپنے خاندان کی لڑکیوں کے لیے یونیورسٹی کو شجرِ ممنوعہ سمجھتے ہیں۔" اس نے دور کھڑے معیز طرف اشارہ کیا۔

"کیا واقعی؟" شمائل کو اس انکشاف سے دلی صد پہنچا تھا۔

"ہاں تو اور کیا۔ بہت ہی دقیانوسی خیالات کے ہیں معیز۔ میری تائی جان تو شکر کرتی ہیں کہ ان

نہیں ہے ورنہ تو معیز اس کا جینا حرام کر دیتے ... کی پڑھائی کے سخت خلاف ہیں۔ کہتے ہیں زیادہ ... دماغ خراب ہو جاتا ہے لڑکیوں کا۔" ہانیہ نے ... ہو کر بتایا۔

"... حیرت ہے، مجھے تو کل ان سے گفتگو میں اس ... بالکل اندازہ نہیں ہوا۔ مجھے تو بہت براڈ مائنڈڈ ... سے لگے تھے۔" شمائل ابھی بھی کچھ مشکوک ... تھی۔

"ارے پہلی ملاقات میں کون کھلتا ہے کسی پر۔ مجھ ... سے پوچھیے۔ ایک گھر میں رہتے ہیں۔ وہ تو میرے ... آگے پڑھنے پر بھی سخت ناراض تھے پھر میرے پاپا نے ... ہینڈل کیا۔ ورنہ ان کے خیال میں تو بس پرائیوٹ بی ... اے ہی کافی ہے۔" ہانیہ نے مزید تفصیلات سے آگاہ کیا۔

"واقعی کیسے کیسے لوگ ہوتے ہیں دنیا میں۔" ان انکشافات نے شمائل رضا کو اندر تک افسردہ کر دیا تھا۔

"بظاہر کتنا ڈیشنگ، اسمارٹ اور ہنس مکھ سا شخص لگا تھا جو تھوڑا بہت لبرل بھی ہوتا۔" اس نے افسردہ ہو کر سوچا۔

❁ ❁ ❁

معیز کی سالگرہ گزرے کئی دن ہو چکے تھے۔ حمنہ اور بلال اس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ وہ اچھے سے ہوٹل میں لنچ یا ڈنر کروائے۔ معیز ہر بار مصروفیت کا بہانہ بنا کر ٹال جاتا تھا اور اب جب حمنہ اور بلال بے چارے تھک ہار کر اپنے مطالبے سے دستبردار ہو چکے تو معیز کو وعدہ ایفا کرنے کا خیال آ ہی گیا۔ حالانکہ صبح آفس جاتے ہوئے اس نے کسی کو بھی اپنے پروگرام سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ دوپہر کے بعد اس نے آفس سے ہی فون کیا۔ ریسیو ہانیہ نے کیا تھا۔

"میں نے ٹیبل ریزرو کرالی ہے تم لوگ بلال کے ساتھ آجانا۔" اس نے ریسٹورنٹ کا نام بتاتے ہوئے کہا۔

"اب بتا رہے ہو تم۔ ہم نے تو کوئی تیاری بھی نہیں کی۔" وہ اس پر ناراض ہونے لگی۔

"اوہ کم آن یار۔ کیسی تیاری اور تمہیں کون سا تیار ہونے کی ضرورت ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"ہائیں، یہ واقعی معیز نے کہا ہے۔" اس نے ریسیور کان سے ہٹا کر گھورا۔

"اچھا ٹھیک سات بجے پہنچ جانا۔ میں آفس سے سیدھا وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"ہم تو پہنچ جائیں گے۔ تم بھی وقت کی پابندی کرنا۔" ہانیہ نے اس کے سابقہ ریکارڈ کو مدنظر رکھتے ہوئے تنبیہہ کی۔

"او کے مادام اور ہاں سنو، حمنہ کو بتا دینا کہ ڈنر کے بعد فلاور ایگزیبیشن دیکھنے بھی چلیں گے۔"

معیز کا موڈ واقعی بہت خوشگوار تھا۔ بہرحال اس نے پیغام حمنہ اور بلال کو پہنچا دیا۔ حسب توقع وہ دونوں ہی بہت خوش ہوئے تھے اور شام کو جب وہ تیار ہو کر نکلنے ہی والے تھے تب عالیہ آنٹی ایک گریس فل سی خاتون کے ساتھ چلی آئیں۔ مہمانوں کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کر اس نے امی اور تائی جان کو اطلاع دی۔ حمنہ اور بلال ان اچانک ٹپکنے والے مہمانوں پر منہ بنانے لگے۔ اچھا بھلا پروگرام لیٹ ہو گیا تھا۔

"اب چلو بھی ہانیہ! صابر کو بتا دو سب کچھ خود بنا لے گا۔" اسے کچن میں جاتے ہوئے دیکھ کر حمنہ بھی پیچھے چلی آئی۔

بری بات حمنہ! اتنے دنوں بعد تو آئی ہیں عالیہ آنٹی۔ کیا سوچیں گی کہ ہم پانچ منٹ کی کمپنی بھی نہ دے سکے۔" اس نے اسے گھرکا تھا۔

"اور وہاں جو معیز بھائی انتظار کر رہے ہوں گے۔ پہلے ہی تم نے تیار ہونے میں اتنی دیر لگا دی۔" حمنہ نے خفگی سے منہ پھلایا تھا۔ ہانیہ کچھ خجل ہو گئی۔ تیار تو وہ واقعی آج دل لگا کر ہوئی تھی۔

"اچھا بھئی۔ چلتے ہیں تم گاڑی میں جا کر بیٹھو، میں امی کو بتا کر آتی ہوں۔" اس نے حمنہ کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔ اور ڈرائنگ روم میں جانا اس کی "سنگین" غلطی تھی۔

"اچھا امی ہم جارہے ہیں۔" اس نے دروازے میں سے ہی منہ اندر کر کے اطلاع دی۔

"کہاں چلے بیٹا کچھ دیر ہمارے پاس بھی تو بیٹھو۔"

عالیہ آنٹی نے بہت پیار سے اسے مخاطب کیا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی رسمی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے ان کے پاس بیٹھ گئی۔ سامنے صوفے پر بیٹھی خاتون نے عقابی نگاہوں سے سر سے پاؤں تک کا جائزہ لیا تھا اور جائزہ مکمل ہونے کے بعد عقابی نگاہیں ستائشی نگاہوں میں تبدیل ہو گئیں۔ ہانیہ کو ان کی نگاہوں سے الجھن سی محسوس ہو رہی تھی۔

"یہ تمہاری فوزیہ آنٹی ہیں۔" عالیہ آنٹی نے اس کی نگاہوں میں چھپی حیرت اور بے چینی کو دیکھ کر تعارف کرایا۔ اس نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"طلحہ کی شادی میں تمہاری ڈاکٹر عماد سے ملاقات ہوئی تھی نا۔ ان ہی کی امی ہیں یہ۔" عالیہ آنٹی نے اس بار قدرے وضاحت سے بتایا اور ہانیہ بی بی کے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

"بس نزہت آپا کے ہاں آئے تھے۔ واپسی پر سوچا آپ لوگوں سے بھی ملتے چلیں۔" اب کی بار عالیہ آنٹی کی مخاطب امی اور تائی جان تھیں۔

"ہاں ہاں بہت اچھا کیا۔ کیا حال ہے نزہت کا۔ اس سے ملے ہوئے بھی بہت دن ہو گئے۔" تائی جان نے نزہت آنٹی کا حال دریافت کیا۔

ہانیہ کو ان تمام آنٹیوں کے حال احوال سے قطعاً کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس کی آنکھوں کے گرد گول گول دائرے گھوم رہے تھے۔ کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور تھی۔ کتنی ہی دیر وہ خاموش بیٹھی اپنے آپ کو کوستی رہی۔ کیا ضرورت تھی بھلا ڈاکٹر صاحب کو منہ لگانے کی۔ اس نے اپنے آپ کو ڈپٹا تھا۔ باہر حمنہ اور بلال ہارن پر ہارن دیے جا رہے تھے۔

"جاؤ ہانیہ! بلا رہے ہیں تمہیں۔" آخر کار تائی جان کو ہی اس پر ترس آیا۔ وہ شکر کا کلمہ پڑھتی تیزی سے باہر نکلی۔ وہاں حمنہ اور بلال کا کوفت سے برا حال ہو رہا تھا۔

"کون تھیں یہ خاتون؟" گاڑی میں بیٹھنے کے ساتھ ہی حمنہ سے دریافت کیا۔

"ڈاکٹر عماد کی امی۔" اس نے تھوک نگلتے ہوئے بتایا۔ حمنہ نے ایک گہری نظر اس پر ڈالی۔

❁ ❁ ❁

معیز بار بار کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈال رہا تھا۔ اسے یہاں بیٹھے آدھے گھنٹے سے کچھ زیادہ ہی ہو گیا تھا۔ زیادہ جھنجلاہٹ اس لیے بھی ہو رہی تھی کہ موبائل وہ آفس میں بھول آیا تھا اور اب ہر گزرتے منٹ کے ساتھ غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا اور تب ہی سامنے وہ تینوں آتے دکھائی دیے۔ پنک رنگ کے سوٹ میں نہایت نفاست سے کیے گئے لائٹ میک اپ میں وہ اتنی تر و تازہ اور کھلی کھلی لگ رہی تھی کہ اسے اپنا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھتا محسوس ہوا۔

"آئی ایم سوری معیز بھائی! دیر میری وجہ سے بالکل نہیں ہوئی۔ بلکہ ہم میں سے کوئی بھی قصوروار نہیں ہے۔ دراصل عین موقع پر کچھ مہمان آگئے تھے اسی لئے ہم لیٹ ہو گئے۔ ویسے آپ کب سے آئے ہوئے ہیں؟" حمنہ نے نان اسٹاپ بولتے ہوئے پوچھا۔

"بس تھوڑی سی دیر اور ہوتی اور میں یہاں سے چلا جاتا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ حمنہ اور بلال قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔

"چلیے معیز بھائی! جلدی سے کچھ منگوایئے۔ آپ کے فون کے بعد میں نے دوپہر کا کھانا بھی گول کر دیا تھا۔" بلال نے مینو کارڈ کھولتے ہوئے کہا۔

"صرف کچھ نہیں بہت کچھ۔ مجھے بھی بہت بھوک لگ رہی ہے۔ ویسے بھی آج اتنے دنوں بعد تو معیز بھائی ہاتھ آئے ہیں۔ ساری کسر نکالیں گے۔" حمنہ نے شرارت سے کہا۔

"تمہیں کیا ہوا۔ کھانا کھا کر آئی ہو یا زبان گھر پر رکھ کر آئی ہو؟" ہانیہ کو مسلسل چپ دیکھ کر اس نے استفسار کیا۔

"کیا؟" وہ ایک دم جیسے چونکی۔ معیز ہولے سے [ہنس د]یا۔

[فر]اق بہت طویل ہو گیا تھا۔ آج اس نے فیصلہ کرلیا [تھا کہ] سامنے بیٹھی اس پیاری سی 'احمق لڑکی کو مزید [تنگ] کرنے کے بجائے وہ سب کہہ دے گا جو عرصے [سے د]ل میں محفوظ تھا اور وہ سب کچھ اس سے بھی سننے [کا جو] وہ آج تک نہ کہہ پائی تھی۔ صرف مناسب موقع [کا ا]نتظار تھا اور اسے یقین تھا کہ آج وہ موقع مل جائے گا۔

ہلکی پھلکی باتوں اور خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا [جا] رہا تھا تب اچانک معیز کو خیال آیا۔

"مہمان کون آئے تھے؟" اس نے سرسری سا [پو]چھا۔

"عالیہ آنٹی تھیں۔" حمنہ نے فوراً جواب دیا۔

"ایک اور آنٹی بھی تو تھیں۔" بلال نے کھانے [س]ے انصاف کرتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں کسی ڈاکٹر عماد کی امی بھی ساتھ آئی تھیں۔" اس سے پیشتر کہ حمنہ میز کے نیچے سے اسے ٹانگ مارتی وہ اصل خبر نشر کر چکا تھا۔

ہانیہ نے ایک دم سر اٹھا کر معیز کو دیکھا جس کے چہرے پر تیزی سے ناگواری کے تاثرات ابھرے تھے اور آج اس نے اپنے تاثرات چھپانے کی کوئی خاص کوشش بھی نہ کی تھی۔ ہانیہ کا دل ایک دم جیسے سکڑ سا گیا۔ حمنہ نے ایک نظر ہانیہ اور دوسری معیز پر ڈالی۔

"ویسے معیز بھائی! آج آپ واقعی بہت ڈیشنگ لگ رہے ہیں۔ یہ وہی شرٹ ہے نا جو ہانیہ نے آپ کو گفٹ کی تھی۔"

حمنہ نے موضوع تبدیل کرنے کی کوشش کی تھی [مگر] زیادہ کامیاب نہ ہو سکی۔ باقی سارا وقت وہ خاموش ہی [ر]ہا تھا۔ بلکہ وہ ہی کیا ہانیہ اور حمنہ بھی چپ سی ہو گئی تھیں۔ رہ گیا بلال جو سارے قصے سے لاعلم تھا اور اصل میں فساد کی جڑ تھا، مسلسل اور بلا تکان بول رہا تھا۔

❁ ❁ ❁

کہتے ہیں کہ کوئی لمحہ قبولیت کا ہوتا ہے۔ ہانیہ ابصار نے سنا تو بہت دفعہ تھا لیکن یقین اب آیا تھا۔ اس نے تو چھوٹی پھوپھو کے سامنے صرف معیز کو چڑانے کے لیے کہہ دیا تھا کہ اسے ڈاکٹرز اچھے لگتے ہیں۔ اس وقت کیا معلوم تھا کہ وہ بھی ایک ڈاکٹر کو اچھی لگ جائے گی۔ صرف ڈاکٹر کو اچھا لگنے کی حد تک تو پھر غنیمت تھا۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ وہ ڈاکٹر صاحب سے بھی زیادہ ان کی امی کے دل کو بھا گئی تھی۔ صرف چار دن بعد ہی وہ اپنی دو عدد بیٹیوں اور ایک عدد مٹھائی کے ڈبے سمیت دوبارہ تشریف لے آئیں۔

اس بار انہوں نے اشاروں کنایوں میں بات کرنے کے بجائے باقاعدہ رشتہ مانگا تھا اور سب سے زیادہ پریشانی کی بات یہ تھی کہ سب گھر والے نہایت سنجیدگی سے اس پروپوزل پر غور کر رہے تھے۔ غور کرنے کی بہت سی وجوہات تھیں۔ پہلی یہ کہ عماد "ڈاکٹر" تھا جو سب کے نزدیک ہانیہ کی بڑی خواہش تھی۔ دوم یہ کہ نہایت پڑھی لکھی، مہذب اور متمول فیملی تھی اور پھر یہ کہ نہایت مان اور چاہت سے یہ رشتہ مانگا گیا تھا۔ عماد تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ دو بہنیں شادی شدہ تھیں۔ سب سے چھوٹی والی کی منگنی ہو چکی تھی یعنی "نند فری سسرال" جو بقول پھوپھو ہر لڑکی کا خواب ہوتا ہے۔

سو ان تمام باتوں کی وجہ سے گھر والوں کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ عماد کے پروپوزل پر غور نہ کریں۔ حالانکہ تائی جان کا دل آج کل خاصا دکھی ہو رہا تھا۔ ہانیہ کو انہوں نے ہمیشہ اپنی بہو کے روپ میں دیکھا تھا یہ بھی سچ تھا کہ وہ انہیں اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز تھی۔ سو وہ اس کی خواہش کی راہ میں رکاوٹ نہ بننا چاہتی تھیں۔ اور ہانیہ کی تو سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔ وہ تو اتنی تیزی سے ہونے والی پیش رفت پر ہکا بکا تھی۔ رہ گیا معیز تو اس نے اس معاملے پر بالکل چپ سادھ رکھی تھی جیسے اسے ہانیہ اور عماد کے رشتے سے کوئی تعلق، واسطہ ہی نہ تھا۔ دادی جان نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس سے ایک دفعہ پھر

رائے لی۔
"کیسا ہے عماد، تم تو طلحہ کی شادی میں ملے ہی ہو گے اس سے۔" رات کے کھانے کے وقت سب کی موجودگی میں دادی جان نے اس سے پوچھا۔
"بظاہر تو بہت اچھا ہے دادی جان۔ گڈ لکنگ ہے، اسمارٹ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ڈاکٹر ہے۔" اس نے بڑے مگن انداز میں جواب دیا۔
"اوہو ڈاکٹر کی بات چھوڑو۔ یہ بتاؤ طبیعت کا کیسا لگا تھا۔ ہانیہ کے ساتھ ٹھیک رہے گا یا نہیں؟" انہوں نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔
"مجھے تو کافی معقول اور سلجھا ہوا لگ رہا تھا۔ باقی آپ لوگ دیکھ بھال کر لیں۔" اس نے نہایت سنجیدگی سے رائے دی۔ ہانیہ نے شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھا تھا جبکہ دادی جان ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئیں۔

❋ ❋ ❋

"تم ہی بتاؤ میں کیا کروں حمنہ؟" ہانیہ کی عقل بالکل ماؤف ہو چکی تھی تب اس نے اپنی واحد ہمدرد و غمگسار سے مدد مانگی۔
"عیش کرو۔" حمنہ نے بڑے سے سیب پر دانت گاڑتے ہوئے مفت مشورہ فراہم کیا۔
"کبھی تم پر ایسا وقت آیا تو میں بھی مدد کو نہیں آؤں گی۔" اس نے اسے دھمکی دی حمنہ قہقہہ لگا کر ہنس دی۔
"تم پر یہ وقت تمہاری بے وقوفیوں کی وجہ سے آیا ہے اب بھگتو۔" حمنہ اسے ٹھیک ٹھاک تنگ کر رہی تھی۔
"میری جان پر بن رہی ہے حمنہ۔" اس نے روہانسی ہو کر احساس دلانا چاہا۔
"اوکے اوکے کچھ کرتے ہیں۔" حمنہ کو واقعی ترس آگیا۔
"تم ڈاکٹر عماد سے شادی نہیں کرنا چاہتیں؟" اس نے پوچھا۔
"قطعاً" نہیں۔" ہانیہ نے فوراً" کہا۔
"تو ٹھیک ہے امی پاپا کو انکار کر دو، سو سمپل۔" حمنہ نے کندھے اچکائے۔
"اتنا آسان ہوتا انکار کرنا تو تم سے مدد کیوں مانگتی۔" وہ خونخوار لہجے میں بولی۔
"کیوں مشکل کیا ہے انکار میں۔" حمنہ نے جرح کی۔
"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو حمنہ! پہلی بات تو یہ ہے کہ سب گھر والے یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے ڈاکٹرز اچھے لگتے ہیں۔ اگر سب کی یہ غلط فہمی دور کر بھی دوں پھر بھی امی پوچھ سکتی ہیں کہ کیا کمی ہے عماد میں اور افسوس تو یہ ہے کہ فی الحال مجھے اس میں کوئی ایسی کمی نظر نہیں آ رہی، جس کو بنیاد بنا کر انکار کروں۔" اس نے اپنا مسئلہ بیان کیا۔
"تو تم گھما پھرا کر بات کرنے کے بجائے صاف صاف بتا دو کہ تم کس وجہ سے ڈاکٹر صاحب سے شادی نہیں کرنا چاہتیں۔" حمنہ نے شرارتی انداز میں کہا۔
"ہاں اپنے منہ سے کہہ دوں کہ میں کس وجہ سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ اس "وجہ" کے منہ میں زبان نہیں ہے کیا؟ وہ کیوں نہیں بول رہا؟ وہ تو اتنا نارمل ہے جیسے میرے بجائے کسی ہمسائی کی شادی ہو رہی ہو۔" اس نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔ حمنہ بے اختیار ہنس پڑی۔
"ویسے یہاں تم غلط بیانی کر رہی ہو۔ معیز بھائی آج کل واقعی بہت پریشان ہیں وہ صرف یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ انہیں تمہاری شادی سے کوئی سروکار نہیں، ورنہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔" حمنہ نے ماہرانہ طریقے سے اپنا تجزیہ پیش کیا اور یہ تو طے تھا کہ وہ فیس ریڈنگ میں بہت ماہر تھی۔
"اور ویسے ہانیہ! اگر معیز بھائی چپ ہیں تو تم خود دادی جان سے بات کیوں نہیں کر لیتیں۔" حمنہ نے اسے بڑی سنجیدگی سے مشورہ دیا۔
"میں خود سے کیسے کہہ سکتی ہوں کہ مجھے ڈاکٹر عماد سے شادی نہیں کرنی بلکہ مجھے معیز احمد سے محبت

اور میں معیز کے سوا کسی سے شادی نہیں کر سکتی، معیز صاحب کو مجھ سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اپنے آپ کو اتنا ڈی گریڈ نہیں کر سکتی۔"
"بس پھر تم دونوں خاموش رہنا اور وہ ڈاکٹر صاحب والوں کے ساتھ آجائیں گے۔" حمنہ کے کہنے پر اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔
"پلیز ڈراؤ تو مت۔" اس نے اس کے ہاتھ تھام کر لجاجت سے کہا۔
"تو پھر میں کیا کروں۔ بلکہ میں کیا کر سکتی ہوں۔ جو کچھ کرنا ہے تم دونوں کو ہی کرنا ہے۔" حمنہ نے اسے حقیقت کا احساس دلانا چاہا۔
"کیا کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی کہ معیز سب والوں سے خود ہی بات کر لے۔" اس نے نہایت آس سے پوچھا۔
"معیز بھائی ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ حیرت ہے تم ان سے محبت کا دعوا تو کرتی ہو، لیکن ابھی تک ان کی نیچر کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ ان میں انا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وہ تم سے محبت تو بے شک کرتے ہیں لیکن ڈاکٹر عماد کے پرپوزل اور سب گھر والوں کی رضامندی پر وہ سخت ہرٹ ہوئے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو کبھی بھی ڈاکٹر عماد کے مقابل نہیں لائیں گے۔" حمنہ نے غیر جانبداری سے تجزیہ کیا۔
"الٹی منطق ہے تمہاری۔ ہرٹ مجھے ہونا چاہیے۔ معیز نے تو چھوٹی پھوپھو کے سامنے جب صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اسے کس قسم کی لڑکی چاہیے تو گھر والے عماد کے پرپوزل پر کیسے غور نہ کریں۔ ظاہر ہے میں تو اس کے بیان کردہ خاکے پر پورا نہیں اترتی۔" اس نے خفگی سے کہا۔
"انہوں نے مذاق کیا تھا اور تم نے بھی تو کہا تھا کہ تمہیں ڈاکٹرز اچھے لگتے ہیں ہو سکتا ہے معیز بھائی بھی اس بات کو درست سمجھتے ہوں۔" حمنہ نے اسے یاد دلایا۔
"حماقت ہو گئی تھی۔ بولو اب کیا کروں۔ اخبار میں ڈاکٹرز سے اعلانِ بیزاری کے اشتہار چھپوا دوں یا مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کروا دوں کہ اس دن کے مذاق کو بھلا دیا جائے میری خطا کو درگزر کر دیا جائے۔ میری توبہ جو آئندہ چھوٹی پھوپھو کے سامنے کوئی مذاق کروں۔ وہ تو مذاق کی بات کو بھی اتنا سیریس لیتی ہیں۔ اور اللہ میاں نے بھی تو ایک ڈاکٹر فوراً" بھیج دیا۔ اف میں کیا کروں حمنہ۔"
اس کی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔ حمنہ ٹھنڈا سانس لے کر رہ گئی۔

❋ ❋ ❋

عماد کے گھر والے اس رشتے کے لئے بہت بے چین ہو رہے تھے شاید اسی لیے انہوں نے سب گھر والوں کو لنچ پر مدعو کر لیا تھا۔ حالانکہ ابھی تک دادی جان نے انہیں کوئی مثبت عندیہ نہیں دیا تھا بلکہ مثبت یا منفی کوئی عندیہ دیا ہی نہ تھا۔
عماد کی امی کی کوشش یہی تھی کہ ایک بار وہ عماد کو اور ان کے گھر کو دیکھ لیں۔ اس کے بعد انکار کی گنجائش نہیں رہے گی۔ دادی جان نے تھوڑے سے پس و پیش کے بعد یہ دعوت قبول کر لی تھی۔ معیز سمیت سب لوگ مدعو تھے۔ پاپا اور تایا ابو نے تو آج آفس جانے کے بجائے گھر پر رہنے کو ترجیح دی تھی معیز البتہ آفس گیا تھا۔ دادی جان نے بھرپور تاکید کی تھی کہ وہ دوپہر کو جلد واپس آجائے اس وقت تو معیز نے فوراً" گردن ہلا دی تھی لیکن بارہ بجے کے قریب ہی اس نے آفس سے فون کر دیا تھا۔ فون تائی جان نے ریسیو کیا۔
"امی! ولید کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے میں اس کا حال پوچھنے جا رہا ہوں۔" اس نے عجلت میں بتایا۔ ولید اس کا سب سے بہترین دوست تھا۔
"کیسے ہوا ایکسیڈنٹ، ولید ٹھیک تو ہے؟" تائی جان نے پریشان ہو کر پوچھا۔
"جی زیادہ سیریس ایکسیڈنٹ تو نہیں ہے۔ پھر بھی کافی چوٹیں آئی ہیں۔ میں فی الحال نہیں آسکوں گا۔ آپ لوگ چلے جائیں۔" اس نے جلدی سے بات مکمل کر کے فون رکھ دیا۔ تائی جان ہیلو ہیلو ہی کرتی

رہ گئیں۔ بہر حال انہوں نے پیغام دادی سمیت سب لوگوں کو پہنچا دیا۔ دادی کو اس کے نہ جانے کا سن کر کافی قلق ہوا تھا۔ پھر بھی سب لوگ اس کے بغیر ہی چلے گئے۔

رہ گئی ہانیہ ابصار جو گھر پر بیٹھ کر متضاد کیفیتوں کا شکار تھی۔ غصہ، کوفت جھنجلاہٹ اور افسردگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے گھر والوں سے انکار کرنا اس کے لئے بھی مشکل نہ تھا۔ لیکن انکار کی وجہ بتانا یقیناً بہت مشکل تھا۔ اپنی انا اسے بھی بہت عزیز تھی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ اپنی محبت سے بھی دستبردار نہیں ہونا چاہتی تھی۔ اور اس مسئلے کا کوئی حل اسے سوجھ نہ رہا تھا دل ہی دل میں خوب دعائیں مانگیں کہ ڈاکٹر عماد گھر والوں کو بالکل پسند نہ آئے اور یہ قصہ آج ہی ختم ہو جائے۔ لیکن لگتا یہ تھا کہ دعائیں قبولیت کا درجہ نہیں پا رہی تھیں کیونکہ گھر والوں کو گئے بہت دیر ہو چکی تھی۔ دوپہر کب کی ڈھل چکی تھی۔ وہ دھیان بٹانے اور موڈ ٹھیک کرنے کے لیے شفیق الرحمان کی ”حماقتیں“ لے کر لاؤنج میں آ گئی۔ دھیان واقعی بٹ گیا تھا پھر اسی لمحے معیز کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ ہانیہ کا دل دھڑک اٹھا۔ بہت دنوں سے معیز اور اس میں بات چیت تقریباً بند تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ہانیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا وہ بہت تھکا ہوا لگ رہا تھا۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے وہ صوفے پر ریلیکس انداز میں نیم دراز ہو گیا۔ ہانیہ نے ایک نظر اس پر ڈال کر توجہ دوبارہ کتاب کی طرف مبذول کر لی تھی۔

”ابھی نہیں آئے سب لوگ؟“ تھوڑی دیر بعد معیز نے استفسار کیا۔

”نہیں۔“ اس نے نظریں اٹھائے بغیر جواب دیا۔ معیز خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

”اگر کچھ پکایا ہے تو کھانا ہی لگا دو۔ صبح سے ایک چائے کے کپ پر ہوں۔“ کچھ دیر بعد اس نے اسے مخاطب کیا تھا وہ کتاب رکھ کر چپ چاپ اٹھ گئی۔

معیز نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لی تھیں۔

”بدتمیز شخص! اپنی چپ کب توڑے گا۔ کس چیز کا انتظار ہے اسے۔“

اس نے کچن میں جا کر زور زور سے چیزیں اٹھا پٹخ کر دل کی بھڑاس نکالی آنسو آنکھوں سے نکلنے کو بے تاب ہو رہے تھے۔ سلاد بنانے کے لیے پیاز کاٹنا شروع کی۔ بے وقت ٹپکنے والے آنسوؤں کی پردہ پوشی کے لیے اس سے بہترین طریقہ کوئی نہ تھا۔ پھر نجانے کیسے ایک دم ہی تیز چھری ہاتھ کے انگوٹھے پر جا لگی۔ آنکھیں جھپک جھپک کر آنسو روکے اور غور سے انگوٹھے کا معائنہ کیا۔ کٹ زیادہ گہرا لگ گیا تھا۔ کافی خون بہہ رہا تھا۔ اس نے دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے سے خون دباتے ہوئے کیبنٹ کھول کر بینڈیج نکالی اور اسی لمحے معیز کچن میں داخل ہوا۔

”کیا ہوا؟“ اسے پٹی باندھتے دیکھ کر ایک دم اس کے پاس پہنچا۔

”کچھ نہیں کٹ لگ گیا ہے۔“ اس نے ایک ہاتھ سے پٹی باندھتے ہوئے جواب دیا۔

”دکھاؤ۔“ معیز نے اس کا ہاتھ تھام کر معائنہ کیا۔

”بیٹھ جاؤ میں بینڈیج کر دیتا ہوں۔“ معیز نے اس کے لیے کرسی گھسیٹی۔ وہ کسی معمول کی طرح چپ چاپ بیٹھ گئی۔ ہاتھ معیز کے ہاتھ میں ہی تھا۔

”اے کاش یہ لمحہ تھم جائے۔“ دونوں کے دل میں ایک ہی صدا تھی۔ اک لمحہ برسوں پر محیط تھا اور جب لمحہ بیتا تو معلوم ہوا کہ بینڈیج کرنے کے بعد انگوٹھے کا سائز ڈبل ہو چکا ہے۔

”بھئی! جیسی مجھے آتی تھی میں نے کر دی۔ اب میں کوئی ڈاکٹر تھوڑا ہوں ہاں اگر ڈاکٹر عماد ہوتے تو یقیناً ”اچھی بینڈیج کر دیتے۔“

اس نے مسکرا کر کہا تھا۔ ہانیہ نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا کر تیز نگاہ اس پر ڈالی وہ بظاہر مسکرا رہا تھا، لیکن بہت مضمحل مسکراہٹ تھی اس کی۔ شاید شکوہ آمیز یا پھر طنزیہ۔ وہ تیزی سے کچن سے نکل گئی۔

معیز نے ایک ٹھنڈا سانس لے کر جیب سے موبائل نکال کر ولید کا نمبر ملایا۔ اسے ولید کو یہ بتانا تھا کہ آج صبح اس کا ایک ایکسیڈنٹ ہو چکا ہے۔ ایکسیڈنٹ تو زیادہ سیریس نہیں تھا پھر بھی چوٹیں کافی آئی ہیں۔ لہٰذا وہ کم از کم ایک ہفتے تک مکمل بیڈ ریسٹ کرے اور بھول کر بھی گھر ملنے نہ آئے۔

☼ ☼ ☼

”ساڑھے دس بج رہے ہیں حمنہ! اب اٹھ بھی جاؤ۔“ اس نے حمنہ کا کندھا ہلاتے ہوئے اٹھایا۔

”کیا ہے ہانیہ! نیند آ رہی ہے سونے دو۔“ حمنہ نے دوبارہ کروٹ بدل لی۔

”میں بور ہو رہی ہوں حمنہ اور میں نے ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا ہے۔ اٹھ جاؤ اکٹھے ناشتہ کریں گے۔“ ہانیہ نے ہمت نہ ہاری۔

”امی وغیرہ چلے گئے؟“ حمنہ نے مُندی مُندی آنکھیں کھولتے ہوئے پوچھا۔

”کب کے چلے گئے۔ اب تو گھنٹہ ہو گیا ہے گئے ہوئے۔“

”تو مجھے پہلے اٹھا دیتیں میں کم از کم خدا حافظ تو کہہ دیتی۔“ اس نے جمائی روکتے ہوئے کہا۔

”پاپا آئے تھے کمرے میں لیکن تمہیں سوتا دیکھ کر چلے گئے۔“ ہانیہ نے اطلاع دی۔

”مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔“ حمنہ کو افسوس ہوا۔ بڑی پھوپھو کے دیور کی شادی تھی اسی لیے امی، پاپا، تائی جان اور بلال آج صبح کی فلائٹ سے کراچی گئے تھے۔

”تایا ابو آفس چلے گئے؟“ حمنہ نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ تایا ابو بھی چلے گئے ہیں اور معیز بھی۔ دادی جان اخبار سمیت کمرے میں ہیں۔ رہ گئے میں اور تم تو میں کب سے تمہارے انتظار میں بھوکی بیٹھی ہوں۔“

”اچھی بات ہے تمہاری سزا بھی یہی ہونا چاہیے۔ ساری رات مجھے جگائے رکھا۔“

حمنہ نے پاؤں میں سلیپر ڈالتے ہوئے کہا تو وہ اس کی بات پر ہکا بکا رہ گئی۔

”میں نے جگائے رکھا تمہیں، دماغ صحیح ہے تمہارا۔ کل رات تو میں بہت جلدی سو گئی تھی۔“

”جی ہاں جلدی سو گئی تھیں آپ۔ اسی لئے ساری رات نیند میں بولتی رہی۔“

وہ واش روم میں جاتے ہوئے بولی۔ ہانیہ خجل ہو کر مسکرا دی۔ پتہ نہیں یہ نیند میں بولنے والی عادت چھٹتی کیوں نہ تھی۔ اپنی اس عادت سے وہ خود بہت عاجز آ چکی تھی۔

”اگر میں تمہیں بلیک میل کرنا چاہوں تو بہت آسانی سے کر سکتی ہوں۔“ تھوڑی دیر بعد تولیے سے منہ پونچھتی حمنہ باہر آئی تھی۔ ہانیہ نے گھور کر اسے دیکھا۔

”یقین کرو۔ ساری رات تم نیند میں معیز معیز پکارتی رہی ہو۔“ حمنہ نے انکشاف کیا۔

”جھوٹ مت بولو۔“ ہانیہ نے اسے جھٹلانا چاہا۔

”مجھے پہلے ہی پتہ تھا تم یقین نہیں کرو گی۔ اگر میرے پاس ٹیپ ریکارڈر ہوتا تو میں ریکارڈ کر لیتی۔“ حمنہ کے کہنے پر وہ واقعی شرمندہ ہو گئی۔

”ویسے ہانیہ! کل رات میں تمہارے لیے واقعی بہت پریشان ہوئی، یہی خیال آتا رہا کہ اگر تمہاری شادی ڈاکٹر عماد سے ہو گئی تو شادی سے پہلے تمہیں اس عادت کا سنجیدگی سے علاج کروانا پڑے گا۔ ورنہ تو نہایت سنگین صورتحال پیدا ہو سکتی ہے۔“ حمنہ نے اسے ڈرایا۔

”کبھی کوئی اچھی بات بھی منہ سے نکال لیا کرو۔“ ہانیہ نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

”مجھے تم دونوں پر بہت ترس آتا ہے ہانیہ! کتنی آئیڈیل سچویشن تھی تمہارے ساتھ۔ تم اور معیز بھائی ایک دوسرے کو جی جان سے پسند کرتے ہو۔ درمیان میں کوئی ظالم سماج نہیں بلکہ تم دونوں سے بھی زیادہ تمہارے بڑے اس رشتے کے خواہش مند تھے۔

تم لوگوں نے محض مذاق میں نہایت آسانی سے ہونے والی چیز کو مشکل ترین بنا دیا ہے یہ نہ ہو کہ آخر میں صرف پچھتاوا رہ جائے۔" حمنہ نے صبح ہی صبح نہایت ہولناک قسم کی گفتگو شروع کردی تھی۔

"اچھا چلو چھوڑو سب باتیں آؤ ناشتہ کرتے ہیں۔" حمنہ نے اس کی اُڑی رنگت دیکھ کر بات بدل دی' جبکہ اس کی بھوک پیاس تو اُڑ چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

دنیا میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کا حل موجود نہ ہو بس ذرا ذہن کو کام میں لانا پڑتا ہے اور مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ ہانیہ ابصار نے بھی اپنے مسئلے کا حل پا لیا تھا۔ اس وقت رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے۔ پورے گھر میں خاموشی طاری تھی دادی جان کو ویسے بھی جلد سونے کی عادت تھی۔ آج تایا ابو کی طبیعت بھی کچھ خراب تھی۔ وہ آفس سے شام کو ہی آ گئے تھے۔ اب تو انہیں سوئے ہوئے بھی ایک گھنٹہ ہو گیا تھا۔ حمنہ کمرے میں اپنا جرنل مکمل کر رہی تھی۔ معیز ابھی تک گھر نہیں آیا تھا اور رہ گئی ہانیہ ابصار تو وہ لاؤنج میں بیٹھی نہایت بور قسم کا ڈرامہ دیکھتے ہوئے معیز کا انتظار کر رہی تھی۔ ہاتھ میں موٹی سی کتاب بھی پکڑ رکھی تھی۔

صبح حمنہ سے بات کرنے کے بعد وہ سارا وقت اپنے مسئلے کے ممکنہ حل کے متعلق سوچتی رہی۔ وہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ اس کی ہنستی مسکراتی خوش باش زندگی محض انا کی جنگ میں ایک المیہ فلم بن جائے جہاں اختتام تک بوڑھے ہیرو، ہیروئن کے علاوہ ڈھیر سارے پچھتاوے رہ جاتے ہیں سو پچھتانا تو وہ بالکل نہ چاہتی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر معیز اس کی طرف سے کسی غلط فہمی کا شکار ہے یا اظہارِ محبت کا منتظر ہے تو وہ اس کی یہ خواہش بھی پوری کردے گی۔ ہوش و حواس کی حالت میں اگرچہ یہ کام ناممکن تھا تاہم نیند کی حالت میں وہ ہلکا پھلکا بے ضرر سا اظہارِ محبت تو کرسکتی تھی اور اس کے بعد معیز کے پتھر دل کو یقیناً موم ہو جانا تھا۔ ویسے بھی نیند میں بولنے والی اس کی عادت سے معیز بخوبی آگاہ تھا۔ آج اسی لیے وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اس کی منتظر تھی۔ عموماً" وہ دس بجے تک گھر آجاتا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ کھانا کھاتے ہوئے ٹی وی دیکھتا تھا خصوصاً" بزنس نیوز یا پھر کرنٹ افیئرز کے پروگرام۔

سو ہانیہ نے پوزیشن سنبھالی ہوئی تھی۔ موٹی سی کتاب ہاتھ میں پکڑے وہ ذہن میں تمام فقرے ترتیب دے رہی تھی۔ جو کچھ دیر بعد اس نے نیند کی حالت میں بولنے تھے۔ اس کا دل معمول سے ذرا تیز دھڑک رہا تھا۔ آج اس کی صلاحیتوں کا امتحان تھا جس پر اس کے مستقبل کا دارومدار تھا۔ پتہ نہیں کتنی دیر گزر گئی اسے یونہی لیٹے لیٹے۔ معیز معلوم نہیں کہاں رہ گیا تھا۔ گھڑی کی سوئیاں ٹک ٹک کرتی آگے سرک رہی تھیں۔ اور وہ ہر پانچ منٹ کے بعد آنکھیں کھول کر ٹائم دیکھتی اور پھر دوبارہ آنکھیں موند لیتی۔ آج تو وہ دوپہر میں بھی نہیں سوئی تھی اسی سوچ و بچار میں مصروف رہی تھی سو اب مُندی مُندی آنکھوں سمیت چوکس رہنا خاصا دشوار لگ رہا تھا۔ ایک دو بار اس کو واقعی نیند کے جھونکے بھی آگئے تھے۔ اس نے ٹی وی پر چلتے ڈرامے کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش کی پر بے سود۔

اور پھر وہی ہوا جو نہیں ہونا چاہیے تھا یعنی وہ واقعی سو گئی۔ یہ قسمت کی ستم ظریفی ہی تھی کہ سب کچھ سیٹ ہوتے ہوئے بھی وہ اپنے پلان پر عملدرآمد کرنے میں ناکام رہی تھی۔ حالانکہ یہ رِسک لینے کے لیے اس نے اپنے آپ کو بہت دقتوں سے آمادہ کیا تھا لیکن اب سب کچھ بے فائدہ تھا۔ معیز کے آنے تک وہ نیند کی گہری وادیوں میں اتر چکی تھی۔

معیز کو آج آفیشل ڈنر اٹینڈ کرنا پڑ گیا تھا اور بے حد تھکا دینے والے دن کے بعد جب گھر میں داخل ہوا تو چہار سو سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ صرف تین چار افراد کے نہ ہونے سے ہی گھر سویا ہوا محل لگ رہا تھا۔ ایک ہاتھ سے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے' دوسرے میں

بریف کیس تھامے وہ لاؤنج میں داخل ہوا۔ اندر آتے کے ساتھ ہی وہ ذرا ٹھٹھک کر رک گیا۔ سامنے ہی صوفے پر ہانیہ سو رہی تھی۔ ایک ہاتھ سینے پر دھری کتاب پر تھا۔ دوسرا ہاتھ صوفے سے نیچے لٹک رہا تھا۔ آہستہ آواز میں ٹی وی بھی چل رہا تھا۔

وہ ایک لمحے کو لاؤنج میں رک کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ کافی دیر تک شاور لیتے ہوئے اس نے دن بھر کی تھکن اتاری تھی اور پھر قمیص شلوار میں ملبوس آستینیں فولڈ کرتا ہوا کچن میں چلا گیا۔ کھانا تو وہ کھا ہی چکا تھا لیکن چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔ ٹی بیگ سے فوری طور پر چائے کا کپ تیار کرنے کے بعد وہ دوبارہ لاؤنج میں چلا آیا۔

ہانیہ ہنوز اسی پوزیشن میں لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے کھڑے کھڑے ہی ریموٹ سے چینل تبدیل کیا۔ وہاں ایک گرما گرم ٹاک شو آ رہا تھا۔ اس نے ٹی وی کا والیوم تیز کرتے ہوئے اسے اٹھانا چاہا لیکن اس پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ معیز کچھ سوچ کر اس غیر مناسب جگہ سے اٹھانے والا تھا کہ وہ نیند میں منہ ہی منہ کچھ بڑبڑائی تھی۔ معیز نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ اس کی نیند میں بولنے والی عادت سے وہ بخوبی آگاہ تھا۔ ہانیہ کی بڑبڑاہٹ جاری تھی بلکہ آہستہ آہستہ واضح ہوتی جا رہی تھی اس نے جلدی سے ٹی وی کا والیوم کم کیا۔ حیرت کا جھٹکا اس وقت لگا جب اس کی بڑبڑاہٹ میں معیز کا نام آیا۔ وہ اس کے کچھ اور نزدیک ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ بات سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ اور جب بات سمجھ میں آئی تو اس کے چہرے پر بہت جاندار مسکراہٹ تھی۔

✲ ✲ ✲

”میرا خیال ہے عماد کے گھر والوں کو مزید انتظار کروانا مناسب نہیں ہے۔ اچھے لوگ ہیں بہت مان سے رشتہ مانگ رہے ہیں۔ اب ہاں کر ہی دو۔“

دادی جان نے فیصلہ کن انداز میں کہا تو ہانیہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس کی زندگی کی بساط پر اتنی تیزی سے فیصلے ہو رہے تھے کہ عقل بالکل ماؤف ہو چکی تھی۔ ان دنوں وہ ویسے بھی گم صم حالت میں تھی۔ پلان تو اس نے نہایت شاندار سوچا تھا پر بے وقت کی نیند نے سب کچھ تلپٹ کر دیا۔ اتنی گہری نیند آئی کہ کچھ پتا نہ چلا معیز کب آیا اور کب گیا۔ دو بجے کے قریب حمنہ کے اٹھانے پر آنکھ کھلی تھی۔

اس وقت تو نیند کا شدید غلبہ تھا وہ فوراً ہی کمرے میں جا کر سو گئی لیکن صبح اٹھنے کے بعد سے اپنے آپ کو کئی دفعہ کوس چکی تھی ایک پلان فیل ہونے کے بعد وہ کوئی دوسرا لائحہ عمل مرتب کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ دادی جان نے اچانک حواسوں پر بم گرا دیا۔ اس نے شاکی نگاہوں سے انہیں دیکھا وہ اب مزید تفصیلات طے کر رہی تھیں۔

”فی الحال تو انگوٹھی پہنا کر رسم کر لیتے ہیں۔ شادی مریم کے آنے کے بعد کریں گے۔“

انہوں نے حتمی انداز میں کہا تو ہانیہ کے ہاتھوں کے توتے اڑ گئے۔ اس نے فٹافٹ حساب لگایا۔ آپی کے آنے میں تو صرف ڈیڑھ مہینہ رہ گیا تھا۔

”تو مریم آپی کے آنے پر ہی ہانیہ کی شادی ہو گی۔“ معیز نے سنجیدگی سے پوچھا۔

”ہاں تو اور کیا ڈیڑھ مہینہ تو رہتا ہے مریم کے آنے میں پھر شادی کی تیاری کے لیے بھی تو کچھ دن چاہئیں نا۔“ تائی اماں نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

”پھر میری شادی کے بارے میں کیا خیال ہے۔ مریم آپی کے لیے بار بار آنا تو ممکن نہیں ہو گا۔“ معیز کی سنجیدگی ہنوز برقرار تھی۔ دادی سمیت سب لوگوں نے اسے حیرت سے دیکھا۔

”ہاں تو تمہاری شادی کا کم ارمان تو نہیں ہے۔ پر تمہیں کوئی لڑکی بھی پسند آئے۔“ دادی جان نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

”لڑکی تو مجھے پسند ہے دادی جان! بلکہ جی جان سے پسند ہے پر کیا کیا جائے کہ لڑکی کو میں اچھا نہیں لگتا۔“ اس نے افسردہ ہو کر بتایا البتہ چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔

”وہ کون احمق لڑکی ہے معیز بھائی! جو آپ کو پسند نہیں کرتی۔“ حمنہ نے حیرت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

”احمق تو مت کہو، آخر تمہاری بہن ہے۔“ وہ ہانیہ پر نظریں جماتے ہوئے مسکرایا۔ ہانیہ نے چونک کر اسے دیکھا وہ مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”تم سچ کہہ رہے ہو معیز؟“ دادی جان نے خوشی سے بھری آواز میں پوچھا۔

”سو فیصد سچ دادی جان! لیکن آپ پہلے اپنی پوتی کی رائے معلوم کر لیں اسے شاید ڈاکٹرز پسند ہیں۔ کیوں ہانیہ صحیح کہہ رہا ہوں نا۔“ اس بار مخاطب صرف وہ تھی۔

”ہانیہ کے بارے میں تو میں گارنٹی دے سکتی ہوں کہ اسے ڈاکٹر عماد سمیت کسی بھی ڈاکٹر میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

حمنہ اچھی بہن ہونے کے ناتے فوراً مدد کو آئی تھی سب لوگوں نے ہی ہانیہ کو دیکھا لیکن کسی کو بھی اس سے کوئی سوال کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔ اس کے چہرے پر پھیلتے رنگ سارے جواب خود ہی دے رہے تھے۔

✲ ✲ ✲

”آپ کو پتہ ہے کل ہانیہ آپی پیلے سوٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھیں۔“

یہ چھوٹی پھوپھو کی سات سالہ ایمن تھی جو معیز کو اتنی اہم اطلاع فراہم کر رہی تھی۔ معیز لاؤنج میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ اخبار میں موجود ساری اہم خبروں کو چھوڑ کر وہ ایمن کی فراہم کردہ خبر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

”اچھا مجھے تو نہیں معلوم۔“ اس نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے کہا۔

”اوہو آپ کو نہیں پتہ، کل ہانیہ آپی نے پیلا سوٹ پہنا تھا۔ گجرے بھی پہنے تھے اور ہم سب نے گانے گائے تھے پھر سب نے ہانیہ آپی کو مٹھائی کھلائی تھی۔“ ایمن نے کل کی تقریب کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔

”اچھا واقعی آپ کی ہانیہ آپی پیاری لگ رہی تھیں۔“ معیز نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔

”اور کیا اتنی پیاری لگ رہی تھیں۔ مووی والے نے سب سے زیادہ مووی ہانیہ آپی کی ہی بنائی۔“

ایمن نے اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے دلیل دی تو وہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ یعنی کہ ہر ایرے غیرے کو ہانیہ صاحبہ کا دیدار کرنے کی اجازت تھی پابندی لگی تھی تو صرف معیز احمد پر۔ ویسے تو بات طے ہونے کے بعد ہانیہ نے اس کے سامنے آنا کم کر دیا تھا لیکن مریم آپی کے آنے پر اور ڈیٹ فکس ہونے کے بعد تو دادی جان نے اس کا باقاعدہ پردہ کروا دیا تھا۔ پچھلے پندرہ روز سے وہ اس کی ایک جھلک بھی نہ دیکھ پایا تھا۔ کل گھر پر ہی مایوں کی رسم ہوئی تھی۔ تقریباً سب مہمان آ چکے تھے۔ کچھ آنے والے تھے۔ گھر میں وہی روایتی سی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ جو کسی بھی شادی والے گھر کا خاصا ہوتی ہے۔ ہانیہ اس وقت بیوٹی پارلر گئی ہوئی تھی۔ بلال بڑی پھوپھو کو لینے ایئرپورٹ گیا تھا۔ مریم آپی اور حمنہ فائنل خریداری کے لئے عفان کے ساتھ بازار جا چکی تھیں۔ تائی جان، امی، پھوپھو سب لوگ ہی کسی نہ کسی کام میں مصروف تھے۔ اور وہ لاؤنج میں بہت پرسکون انداز میں بیٹھا ایمن سے محو گفتگو تھا۔ اسی لمحے فون کی بیل بجی۔ اس نے فون اٹھایا دوسری طرف بلال تھا۔

”معیز بھائی، عفان بھائی وغیرہ شاپنگ کر کے آ گئے؟“ بلال نے پوچھا۔

”نہیں ابھی تک تو نہیں آئے، کیوں خیریت؟“ اس نے دریافت کیا۔

”آپ عفان بھائی کو موبائل پر میسج دے دیں کہ وہ واپسی پر ہانیہ کو بھی پک کر لیں۔ کیونکہ میں فی الحال نہیں آ سکتا۔ فلائٹ لیٹ ہو گئی ہے۔“ بلال نے مسئلہ بیان کیا۔

”اچھا ٹھیک ہے تم فکر مت کرو۔ میں بات کرتا

ہوں عفان بھائی سے۔" اس نے بلال کو تسلی دے کر فون رکھ دیا۔ چہرے پر شریر سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"عفان بھائی کو کیوں کہوں' میں مرگیا ہوں کیا۔" اس نے مسکراتے ہوئے گاڑی کی چابی اور والٹ اٹھانے کے لئے کمرے کا رخ کیا۔ مایوں کے جوڑے میں شرماتی لجاتی ہانیہ کو دیکھنے کے لیے جی ایک دم مچل اٹھا تھا۔

☼ ☼ ☼

بیوٹی پارلر کے سامنے گاڑی روک کر اس نے ہارن دیا۔ گاڑی کا مخصوص ہارن پہچان کر تھوڑی دیر بعد ہی ہانیہ نمودار ہوگئی تھی۔ اس نے گاڑی کو تو دیکھ لیا تھا لیکن گاڑی والے پر نظر ابھی تک نہیں پڑی تھی۔ دوپٹے کو سلیقے سے سر پر جماتے ہوئے وہ قریب آئی اور ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان معیز کو دیکھ کر اس کی سٹی ہی گم ہوگئی۔ دروازہ کھولنے کے لیے بڑھا ہوا ہاتھ ایک دم ہی کھینچ کر پیچھے کرلیا۔ پندرہ دن کے مسلسل پردے کا یہ ڈراپ سین ہوگا اس کا اسے بالکل اندازہ نہ تھا۔

"اگر اندر بیٹھ کر بلال کا ہی انتظار کرنا ہے تو شوق سے کرلو۔ وہ دو گھنٹے سے پہلے آنے والا نہیں۔" اسے تذبذب میں مبتلا دیکھ کر معیز نے شرارتی انداز میں اطلاع فراہم کی۔

"بیٹھ جاؤ یار! کھا نہیں جاؤں گا میں۔" اس نے فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے کہا۔

وہ بدقت بیٹھ ہی گئی۔ ابھی تک تو وہ صرف دادی جان کے فرمان کو مدِنظر رکھتے ہوئے معیز کے سامنے آنے سے گریزاں تھی یہ معلوم نہیں تھا کہ صرف دو ہفتوں بعد ہی یہ حالت ہوگی کہ دل اسے دیکھنے کو مچلنے لگے گا۔

معیز نے بھرپور نگاہ اس پر ڈالی۔ پیلے دوپٹے کے ہالے میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ ہاتھوں میں ہری پیلی چوڑیاں کھنک رہی تھیں۔ ایک ہاتھ سے چہرے پر آئی لٹ کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے کنفیوز سی ہانیہ کا یہ شرمیلا سا روپ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ اس کی حیا آلود جھجک معیز کو بہت مزہ دے رہی تھی۔ خاموشی سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ گاہے بگاہے اس پر مسکراتی نظر ڈال رہا تھا اور ہانیہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ کبھی وہ گود میں ہاتھ رکھ کر ان پر نظریں جما رہی تھی اور کبھی کھڑکی سے باہر دیکھنا شروع کردیتی۔

"اگر تم نے مجھے گھورنا بند نہ کیا معیز! تو میں اسی جگہ اتر کر ٹیکسی کرلوں گی۔" آخر کار روہانسی ہوکر کہہ ہی دیا۔ معیز قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"زندگی میں پہلی بار تو یہ نادر موقع ملا ہے کہ میں تمہیں خاموش دیکھ سکوں اور یہ مجھے معلوم ہے کہ یہ پہلی بار ہی آخری بار ہے۔ ویسے اچھی لگ رہی ہو یوں چپ چاپ بیٹھے ہوئے۔ بڑا انوکھا تجربہ ہے میرے لیے۔" اس نے چھیڑا۔ وہ خاموش ہی رہی۔

"ویسے کل سے گھر کا بچہ بچہ مجھے بتا چکا ہے کہ ہانیہ آپی مایوں کے جوڑے میں بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" معیز نے بات دوبارہ شروع کی۔

"مجھے اتنا تجسس ہوا کہ میں کسی کی پروانہ کرتے ہوئے چلا آیا۔ اب اتنا تو میرا حق ہے کہ اس روپ میں تمہیں خود دیکھ سکوں ورنہ ساری دنیا نے تمہیں دیکھ لیا اور مجھے صرف مووی یا تصویروں پر گزارہ کرنا پڑے یہ تو سخت ناانصافی ہے میرے ساتھ۔"

معیز اسے نارمل کرنے کے لئے شروع ہوگیا اور اپنے اس مقصد میں وہ کامیاب بھی رہا۔

"بلال کیوں نہیں آیا؟" ہانیہ نے گفتگو میں پہلی بار حصہ لیا۔

"کیونکہ اللہ میاں کو مجھ پر رحم آگیا۔ بڑی پھوپھو کی فلائٹ لیٹ ہوگئی۔" اس نے مزے لے کر بتایا۔

"کیا سوچیں گے سب لوگ۔" ہانیہ کو فکر دامن گیر ہوئی۔

"سوچنا کیا ہے۔ یہ پاکستان ہے ایسی چیزیں یہاں معمول کی بات ہے۔" معیز نے اسے تسلی دی۔

"کیسی چیزیں؟" اس نے تیز ہو کر پوچھا۔

"مطلب فلائٹ وغیرہ لیٹ ہونا۔ ہوتی رہتی ہیں موسم خراب ہوگا۔" معیز نے بڑی سنجیدگی سے بات مکمل کی۔ ہانیہ کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ مسکراہٹ چھپانے کے لیے رخ کھڑکی کی طرف کرلیا۔

"فروٹ چاٹ کھاؤ گی؟" معیز نے اچانک دریافت کیا۔

اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"گول گپے؟" اگلا سوال کیا۔

"نہیں۔" ہانیہ نے دوبارہ انکار کردیا۔

"آئس کریم؟" جانے معیز کو کیا ہوگیا تھا۔

"ہاں۔" اس نے کچھ مسکراتے ہوئے گردن اثبات میں ہلا دی۔ اس کا اعتماد اب بحال ہوچکا تھا۔ وہ تو وہی معیز تھا پرانا والا۔ اس سے بھلا کیا شرمانا۔

معیز نے گاڑی آئس کریم پارلر کے سامنے کھڑی کی۔ آئس کریم کا آرڈر دینے کے بعد وہ دوبارہ ہانیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ خود بخود ہی مسکرا رہی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"اگر حمنہ وغیرہ یہاں سے گزرے تو کیا سوچیں گے۔"

"کچھ نہیں سوچیں گے' صرف دیکھیں گے پھر مجھے ڈرائیونگ سیٹ سے اٹھا کر عفان بھائی سیٹ سنبھالیں گے اور مجھے سامان کے ساتھ دوسری گاڑی میں آنا پڑے گا۔" معیز نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرادی۔

"ایک بات پوچھوں معیز!" ہانیہ نے قدرے سوچ کر پوچھا۔ اتنے دنوں سے جو سوال ذہن میں کلبلا رہا تھا' اس کا جواب پانے کے لیے اس سے مزید انتظار نہ ہوسکا۔

"ہاں پوچھو۔" معیز مسکرایا جیسے اس کے سوال سے پہلے ہی آگاہ ہو۔

"تم نے اچانک مجھ سے شادی کا فیصلہ کیوں کیا؟" ہانیہ نے ہمت کرکے پوچھ ہی ڈالا۔

"مجھے ایک بزرگ خواب میں نظر آئے تھے انہوں نے تمہاری تصویر دکھا کر کہا کہ شادی کرنی ہے تو اسی لڑکی سے ورنہ پچھتاؤ گے۔" معیز نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔

"واقعی؟" ہانیہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا پر اس کی آنکھوں میں چھپی شرارت دیکھ کر گڑبڑا سی گئی۔

"احمق لڑکی! تم نے یہ سوال جلدی پوچھ لیا۔ تین دن بعد میں زیادہ رومانٹک طریقے سے اس کا جواب دے سکتا تھا بہرحال سننا ہے تو ابھی سن لو میں تم سے شدید محبت کرتا ہوں۔ اور دانا لوگ شدید محبت کا علاج شادی ہی تجویز کرتے ہیں بس اسی لیے تم سے شادی کا فیصلہ کیا۔"

اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تو ہانیہ کو اپنا اعتماد دوبارہ رخصت ہوتا محسوس ہوا۔ اس کی آنکھوں میں جھانکنے کے بجائے وہ بے ساختہ ہی نظریں جھکا گئی۔ معیز نے دلچسپی سے اس کے چہرے پر چھلکتے رنگوں کو دیکھا تھا۔ اس سے محبت تو وہ ہمیشہ سے ہی کرتا تھا بے تحاشا و بے حساب۔ پر فیصلہ یقیناً اس رات ہوا تھا جب نیند کی حالت میں ہانیہ بی بی نے "اظہار محبت" کے بجائے اپنا سارا پلان گوش گزار کردیا تھا۔ وہ پل فیصلے کا تھا جب ہانیہ کی معصومیت کے آگے اس کی انا بھربھری مٹی کی طرح ڈھے گئی تھی گو کہ یہ انا بھی اس دن تک تھی جب تک عماد کے پروپوزل کا فائنل جواب دینا تھا۔ وہ شاید اسے ساری زندگی نہ بتا سکے کہ اس اچانک فیصلے کی وجہ کیا ہے۔ کیونکہ ہر بات کہنے کی تو نہیں ہوتی۔ کچھ باتوں کو ان کہی ہی رہنے دیا جائے تو زیادہ اچھا ہوتا ہے شاید اس لیے کہ جن سے سچی محبت کی جاتی ہے۔ ان کی انا آپ کو ہر چیز سے بڑھ کر عزیز ہوجاتی ہے۔